شمارہ نمبر
٦

سہ ماہی

دعوتِ اہلِ سنّت

دسمبر، جنوری، فروری 2023

پاسبان اہل سنت وجماعت پاکستان

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا شجرہ نسب اور "قارون" نام کی تحقیق	ابوالہمام محمد اشتیاق فاروقی مجدّدی حفظہ اللہ	02
اشخاص خمسہ کی کفریہ عبارات کی خبر اور عدم تکفیر کفریہ عبارتوں کی خبر اور عدم تکفیر	متکلمِ اسلام حضرت علامہ مولانا مفتی طارق انور مصباحی (آف انڈیا) زید مجدہ	22
قاری ظہور احمد فیضی کے عقائد ونظریات	مبلغ یورپ مفتی اورنگ زیب نقشبندی حفظہ اللہ	43
علمائے دیوبند اور میلاد پر کھانے پکا کر ایصال ثواب کرنا	مولانا احمد رضا قادری رضوی حفظہ اللہ	53
''اشاراتِ فریدی'' (مقابیس المجالس) سے مولوی ابوایوب دیوبندی کے اِستدلال کا مُسکت جواب	میثم عباس قادری رضوی حفظہ اللہ	65
حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت میں صحابہ کرام کے ملوث نہ ہونے کی تحقیق	علامہ مفتی سجاد احمد فیضی زید مجدہ	78

اداریہ

الحمد للہ وحدہ والسلام علی من لا نبی بعدہ

اللہ جل وعلا کے فضل وکرم سے مجلہ دعوت اہل سنت سہ ماہی کا شمارہ نمبر 6 زیور طبع سے آراستہ ہوکر آپ کے ہاتھوں میں ہے، جہاں فرقِ باطل مثل دیابنہ ووہابیہ اسلام اور مسلک اہل سنت وجماعت المعروف بریلوی کے عقائد ونظریات کے خلاف بے سروپا پروپیگنڈا جاری رکھے ہوئے ہیں، وہیں ان کے تعاقب میں علمائے اہل سنت اپنا کلیدی کردار ادا کررہے ہیں جھوٹ کو کتنی ہی ملمع کاری سے سنوارا جائے اور اس پر فریب کی میلی تہیں ہی کیوں نہ چڑھادی جائیں، لیکن جب حق اور سچ کا آفتاب روشن ہوتا ہے تو جھوٹ اور فریب اس شبنم کی طرح فنا ہوجاتے ہیں جو سورج کی کرنیں پڑنے کے بعد راہیٔ ملک عدم ہوجاتی ہے۔ بہ قول مرزا غالب

ع پرتوِ خور سے ہے شبنم کو فنا کی تعلیم

باطل قوتیں کتنا ہی زور لگالیں لیکن اللہ جل شانہ کا فرمان "**جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا**" پورا ہوکر رہتا ہے۔

قارئین کرام! دعا فرمائیے گا کہ اللہ ہماری توفیقات میں اضافہ فرمائے تاکہ باطل فرقوں کے خلاف یہ علمی جہاد جاری رہ سکے۔

وما توفیقی الا باللہ

ابوالحسین رضوی عفا عنہ الرحمن

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا شجرہ نسب اور "قارون" نام کی تحقیق

ابوالہمام محمد اشتیاق فاروقی مجددی حفظہ اللہ تعالیٰ

(قسط اوّل)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ، الحمد للہ رب العٰلمین و الصلوٰۃ و السلام علی سید الانبیاء و المرسلین اما بعد ! قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَفَى بِالْمَرْءِ كَذِبًا أَنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سمع: (صحیح مسلم، سنن أبي داود، مشکوۃ المصابیح)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: انسان کے جھوٹا ہونے کیلئے اتنا ہی کافی ہے وہ ہر سنی سنائی بات کو (آگے بلاتحقیق کے) بیان کرے۔

ہوا کچھ یوں کہ مرزا عبدالوحید بیگ صاحب نے اپنی تصنیف "حیات مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ" (مطبوعہ ادارہ تحقیقات مفتی اعظم ہند بریلی شریف بارِاول 1990ء اور باردوم 2013ء مطبوعہ قادری کتاب گھر بریلی شریف) میں مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا شجرہ نسب بیان کیا۔ جس کا مقصد محض تعارف تھا جسے ساجد خان دیوبندی نے محض حسد کی بنیاد پر خاندانی تفاخر کا نام دیا ہے۔ ڈاکٹر محمد حسن صاحب نے اپنے پی ایچ ڈی کے مقالے میں یہی شجرہ نسب نقل کیا۔ ڈاکٹر محمد حسن صاحب چونکہ رشتے میں مرزا عبدالوحید صاحب کے بھانجے ہیں اسی لئے انہوں نے اسی پر اعتماد کیا اور مزید تحقیق کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ اور ڈاکٹر محمد حسن خان نے اپنی کتاب میں خلاصۃ الانساب مصنف رحمت خان صاحب کا بھی حوالہ دیا ہے حالانکہ فقیر (فاروقی) کے پاس خلاصۃ الانساب کے تین نسخے فارسی، فارسی مع پشتو ترجمہ اور اردو ترجمہ پی ڈی ایف کی شکل میں موجود ہیں مگر ان میں مجھے کہیں بھی اس تسلسل سے یہ شجرہ نسب نہیں ملا۔ اور پھر شجرے اور

انساب کے بارے میں عام معمول یہ ہے کہ سینہ در سینہ زبانی طور پر خاندانوں میں چلے آتے ہیں جو محض پہچان کے لئے بیان کئے جاتے ہیں۔ اور اکثر شجروں میں اختلاف پایا جاتا ہے کہیں انقطاع بھی پایا جاتا ہے۔ لیکن کسی نے اسے بنیاد بنا کر کسی کے نسب پر لعن طعن نہیں کی البتہ تحقیق سے اختلاف کیا جاسکتا ہے۔ مگر کہاوت ہے کہ گنجے کو اللہ ناخن نہ دے ساجد خان دیوبندی صاحب کو بھی ڈاکٹر محمد حسن صاحب کی کتاب سے حوالہ ہاتھ لگا اور اعلیٰ حضرت عظیم البرکت الشاہ احمد رضا خان قادری حنفی سنی محمدی رحمۃ اللہ علیہ پر لعن طعن کا موقع مل گیا اور بغیر تحقیق کے اپنے سے بڑا ڈھول گلے میں ڈال کر اپنی جہالت کا ڈھنڈورا پیٹنا شروع کر دیا۔ چنانچہ "تاریخی مناظرہ علم غیب" سوات کے صفحہ نمبر 70 اور 71 پر یہی شجرہ نسب نقل کر کے یہ عنوان قائم کیا "آل قارون احمد رضا کا شجرہ نسب" صفحہ 70۔ اسی طرح مزید اپنی رسوائی کا سامان کرتے ہوئے مجلہ "دوماہی نور سنت ترجمہ کنزالایمان نمبر" کے صفحہ نمبر 15 پر "آل قارون صاحبِ کنزالایمان کا شجرہ نسب" کے عنوان سے یہی شجرہ نسب نقل کیا۔ پھر اسی مجلہ میں مختلف جاہلانہ عنوانات قائم کئے جیسا کہ "خان آف بنی اسرائیل" صفحہ 17۔ "بریلی شہر میں خان قارونی کے خاندان کی دینی دعوت" صفحہ 31۔ "خان آف بنی اسرائیل جاہلوں کا پیشوا" صفحہ 42۔ اور صفحہ 18 پر لکھتے ہیں آل قارون احمد رضا افغانی المختار نسلی مہاجر تھے وغیرہ..... پھر نواب احمد رضا خان نامی کتاب صفحہ 119 پر یہی شجرہ نقل کر کے بھی یہی ڈھنڈورا پیٹتے ہوئے اپنی کم علمی، کم فہمی، جہالت کی تشہیر کرتے رہے۔

چنانچہ ساجد خان دیوبندی صاحب نے اعلیٰ حضرت کا شجرہ نسب یوں نقل کیا ہے:

"آل قارون صاحب کنزالایمان کا شجرہ نسب"

خان آف بڑیچ المختار کا جعلی شجرہ نسب یوں بیان کیا گیا، احمد رضا خان کا شجرہ نسب یوں بیان کیا گیا ہے:

ابوالبشر صفی اللہ حضرت آدم علیہ السلام، حضرت شیث علیہ السلام، انوش، قینان، مہلا حیل، بیارد، حضرت ادریس

علیہ السلام، ملک متلا شیخ، لائک، حضرت نوح علیہ السلام، سام، ارفخشد، شالخ، عابد 1، حضرت ہود علیہ السلام، شروع یا اشرغ، ماخود یا ناحود 2، تاریخ [ا]، خلیل اللہ سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت سیدنا اسحٰق علیہ السلام، حضرت سیدنا یعقوب علیہ السلام، یہودا، روئیل، طلص، عتبہ، قیص 3، سارد الملقب [ب] بہ ملک طالوت، افغنہ یا ارمیہ، سلیم یا سلم، مندول، ارزند، تارج، عامیل، لوئی، طلل، صہب، ابی قمر، ہارون، اشمول، علم یا علیم، قبل، متہال، حدیفہ، عمال، کرم، فیلول، عشم، شیر، قلح، نصرت، مخل، شرود، اشعث، اکرم، نعیم، اشموائیل، نصر، **قارون**، صلاح، سلم، بہلول، عنین، زمان، ملک اسکندر، ملک جالندر [ج]، مرہ، نعیم، عتبہ، سلول، عیص، حضرت قیس عبدالرشید، ابراہیم عرف سڑھبن، شرف الدین عرف شرخبون، بھڑیچ، داؤد خان، 4، دولت خان، یوسف خان قندہاری، عبدالرحمٰن 5، شجاعت جنگ سعید اللہ خان 6 قندہاری، محمد سعادت یار خان، مولانا حافظ کاظم علی خان 7، مولانا شاہ محمد اعظم خان، امام العلماء مولانا رضا علی خان، رئیس الاتقیاء مولانا نقی علی خان۔ (حیات مفتی اعظم ہند از مرزا عبدالوحید بیگ مطبوعہ بریلی ص 15، 16 بحوالہ مولانا نقی علی خان حیات اور علمی و ادبی کارنامے۔ ص ۶۸ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی)۔ "احمد رضا خان اسی نقی علی خان کے بیٹے تھے۔" (نور سنت کا ترجمہ کنز الایمان نمبر صفحہ 15، 16۔ روئیداد مناظرہ سوات بر علم غیب ص ۷۰، ۷۱۔ نواب احمد رضا خان فاضل بریلوی حیات، خدمات اور کارنامے ص ۱۱۹)

پھر آگے لکھتے ہیں:

حالانکہ اس شجرہ نسب کی رو سے رضا خان اور اس کی آل اولاد کا لقب "آل قارون" بنتا ہے اس لئے کہ 26 ویں نمبر پر خان کے دادا کا نام "قارون" ہے۔

(نور سنت کا ترجمہ کنز الایمان نمبر صفحہ 16، روئیداد مناظرہ سوات بر علم غیب صفحہ 71)

تحقیقی جواب

ساجد خان صاحب کے نقل کردہ شجرے میں واضح طور پر چند کتابت کی غلطیاں موجود ہیں۔ سب سے پہلے تو چند وہ غلطیاں جو ڈاکٹر حسن صاحب سے یا کاتب سے ہوئیں وہ ملاحظہ ہوں۔

1: حیات مفتی اعظم ہند از مرزا عبدالوحید بیگ صاحب میں صفحہ 15 پر حضرت ہود کے والد کا نام "عابر" لکھا گیا ہے۔ ڈاکٹر حسن صاحب نے عابر کی جگہ "عابد" لکھا ہے۔ ساجد خان صاحب نے اصل کتاب دیکھے بغیر "عابد" ہی نقل کر دیا۔ اسے کہتے ہیں مکھی پر مکھی مارنا

2: حیات مفتی اعظم ہند از مرزا عبدالوحید بیگ صاحب میں صفحہ 15 پر تارخ کے والد کا نام "ماخود یا ناخور" لکھا گیا ہے۔ ڈاکٹر حسن صاحب نے ماخود یا ناخور کی جگہ "ماخود یا ناحود" لکھا ہے۔ ساجد خان صاحب نے اصل کتاب دیکھے بغیر "ماخود یا ناخود" ہی نقل کیا ہے۔

3: حیات مفتی اعظم ہند از مرزا عبدالوحید بیگ صاحب میں صفحہ 15 پر طالوت کے والد کا نام "قیس" لکھا گیا ہے۔ ڈاکٹر حسن صاحب نے قیس کی جگہ "قیص" لکھا ہے۔ ساجد نے بھی اصل کتاب دیکھے بغیر "قیص" لکھا ہے۔

4: حیات مفتی اعظم ہند از مرزا عبدالوحید بیگ صاحب میں صفحہ 16 پر داؤد خان کے بیٹے اور دولت خان کے والد کا نام "بدل خان" لکھا گیا ہے۔ ڈاکٹر محمد حسن صاحب سے یا کاتب کی غلطی کی وجہ سے "بدل خان" نام رہ گیا ہے۔ ساجد خان صاحب نے بھی یہ نام نہیں لکھا۔

5: حیات مفتی اعظم ہند از مرزا عبدالوحید بیگ صاحب میں صفحہ 16 پر عبدالرحمٰن نام کے ساتھ "خان" لکھا ہے۔ ڈاکٹر محمد حسن صاحب نے عبدالرحمٰن نام کے ساتھ "خان" نہیں لکھا ہے۔ ساجد خان صاحب نے بھی اس نام کے ساتھ "خان" نہیں لکھا۔

6: حیات مفتی اعظم ہند از مرزا عبدالوحید بیگ صاحب میں صفحہ 16 پر "شجاعت جنگ سعید اللہ خان

بہادر قندہاری" لکھا ہے، ڈاکٹر محمد حسن صاحب سے اس نام میں "بہادر" رہ گیا ہے۔ ساجد خان صاحب نے بھی اس میں "بہادر" نہیں لکھا۔

7: حیات مفتی اعظم ہند از مرزا عبدالوحید بیگ صاحب میں صفحہ 16 پر مولانا حافظ کاظم علی خان کو مولانا شاہ محمد اعظم خان کا بیٹا لکھا ہے۔ اور یہی درست ہے اس کے برعکس ڈاکٹر محمد حسن صاحب نے یا کاتب نے مولانا محمد اعظم خان صاحب کو مولانا حافظ کاظم علی خان کا بیٹا لکھا ہے جو بالکل بھی درست نہیں ہے۔ ساجد خان صاحب نے بھی یہی غلطی دہرائی ہے۔

یہ سات غلطیاں تو اس کتابت کی تھیں جو ڈاکٹر محمد حسن صاحب سے ہوئیں یا کاتب سے مگر ساجد خان صاحب نے بھی اصل کتاب دیکھے بغیر بحوالہ کی دلیل سے وہی غلطیاں دہرائیں۔ اب ذریت دیابنہ یہی کہے گی کہ ساتوں غلطیاں ڈاکٹر محمد حسن صاحب کی ہیں اور ساجد خان نے ڈاکٹر محمد حسن صاحب کی کتاب کو بطور حوالہ پیش کیا ہے۔ اور اس کو بنیاد بنا کر ساجد خان صاحب کی برأت پیش کریں گے۔ مگر ان سات غلطیوں کے علاوہ ساجد خان صاحب نے ڈاکٹر محمد حسن صاحب کی کتاب دیکھ کر جو کتابت کی غلطیاں کی ہیں وہ بھی ملاحظہ ہوں۔

[ا]: ڈاکٹر محمد حسن صاحب نے حضرت ابراہیم کے والد کا نام "تارخ" لکھا ہے۔ ساجد خان صاحب کی کتابت میں یہ "تاریخ" لکھا گیا ہے۔ اس میں "ی" کا اضافہ کیا ہے۔

[ب]: ڈاکٹر محمد حسن صاحب نے ملک طالوت کے ساتھ "سار دالقلب" لکھا ہے۔ جو غلط ہے مگر ساجد خان صاحب نے اسے درست کر کے یہاں پر "سار دالملقب" لکھا ہے۔ اب دیوبندی صاحبان بھی واہ واہ کریں گے کہ دیکھیں ساجد خان صاحب نے تو درست کر دیا ہے۔ مگر ہم یہی کہیں گے کہ یہ ساجد خان صاحب کے اصول سے غلطی ہی ہے جب وہ نقل کر رہا تھا تو اسے وہی نقل کرنا چاہئے تھا جو عبارت ان

کے سامنے موجود تھی۔ اگر وہ واقعی مخلص ہوتے اور محقق ہوتے تو باقی غلطیاں بھی درست کر لیتے۔ مگر باقی تمام غلطیوں کو چھوڑ کر ایک ہی غلطی کو درست کرنے سے وہ محقق اور مخلص نہیں بن سکتے۔ اگر وہ ایسا کرتے تو وہ تحقیق کر کے "قارون" کا نام بھی درست لکھتے۔ مگر اپنی کم فہمی، کم علمی، جہالت اور مطالعے کی کمی کی وجہ سے ساجد خان دیوبندی نے ذلالت اپنے نام کر دی، یہیں سے واضح ہوا کہ جہاں تک ان کی تحقیق اور فہم تھی جو محض ایک لفظ تک محدود ہے اس سے آگے اس کے پاس کوئی تحقیق نہیں اور ہو سکتا ہے یہ غلطی بھی کاتب نے درست کر دی ہو۔ ساجد خان صاحب کے پاس فہم اور تحقیق نہ رہی تو جہالت کے نقارچی بن کر اچھل کود کرنے لگے۔

[ج]: ڈاکٹر محمد حسن صاحب نے مرہ کے والد کا نام "جلندر" لکھا ہے۔ ساجد خان صاحب کی کتابت میں "جلندر" کے بجائے "جالندر" لکھا گیا ہے۔ یعنی "الف" کا اضافہ کیا ہے۔

مندرجہ بالا کتابت کی غلطیوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اب آیئے اصل مسئلے کی طرف جو اس مضمون کا موضوع ہے یعنی **"اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا شجرہ نسب اور "قارون" نام کی تحقیق"**

جیسا کہ اسی ایک ہی شجرے میں ڈاکٹر محمد حسن صاحب کی سات کتابت کی غلطیاں فقیر نقل کر چکا ہے۔ اور ساجد خان کی تین کتابت کی غلطیاں واضح کر چکا ہے اسی طرح اس شجرہ نسب میں "قارون" نام بھی کتابت کی غلطی ہے۔ اصل نام "قارود"، "قاروج"، یا "قاروح" ہے جو کتابت کی غلطی کی وجہ سے "قارون" لکھا گیا ہے اور نہ صرف کتابت کی غلطی ہے بلکہ ادوار کے لحاظ سے بھی اگر ساجد خان صاحب تھوڑی سی تحقیق سے کام لیتے تو انہیں لعن طعن کا موقع نہ ملتا۔ مگر ایک ناقص حوالے کو لے کر پے در پے تین کتابوں میں لکھ کر پیٹ میں جو درد اٹھا تھا اس سے آرام پانے کے چکر میں ہیضہ کے مریض بن گئے۔ ساجد خان نے محض اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر لعن نہیں کی بلکہ پشتون قوم کے نسب پر بھی طعن کیا ہے۔ جو ان

کے اکابر کی بھی پرانی عادت رہی ہے جیسا کہ اخلاق حسین قاسمی دیوبندی صاحب اپنی کتاب "دلّی کی برادریاں" میں "اونچ نیچ فتنہ" کے عنوان سے لکھتے ہیں۔ "اونچ نیچ کا فتنہ کب اٹھا"

"۱۳۵۲ھ/ ۱۹۳۴ء میں دارالعلوم دیوبند کے استاذ مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی نے ایک کتابچہ" نہایت الارب" کے نام سے شائع کیا اور اس میں کنز العمال جیسی کم زور کتاب سے مختلف پیشوں کی مذمت کے بارے میں بے اصل روایات نقل کیں۔ جن روایات کو پڑھ کر دماغ کھول جاتا ہے کہ کیا رسول اکرم ﷺ اپنی زبان مبارک سے اس قسم کی مضحکہ خیز اور خلاف عقل وتدبر باتیں ارشاد فرما سکتے ہیں؟.....العیاذ باللہ! یہ دور تحریک آزادی کا تھا اور تحریک آزادی میں ہندوستان کے اہل صنعت وحرفت ،علمائے حق (جمعیت علمائے ہند) کے ساتھ تھے۔ یہ علمائے دیوبند مولانا تھانوی اور ان کے حلقہ تحریک آزادی میں مشترک جدوجہد کے خلاف تھے مفتی شفیع صاحب مولانا تھانوی کے خلیفہ مجاز تھے اس کے علاوہ دیوبند کے شیخ زادگان کے اندر نسبی غرور کی کم زوری تھی..... جو اس فتنے کا محرک بنی۔ اس فتنہ انگیز کتاب کے شائع ہونے پر ہندوستان کی پیشہ ور برادریوں نے ہنگامہ کھڑا کر دیا اور دارالعلوم دیوبند کے بائیکاٹ کی تحریک شروع کر دی گئی۔" (دلّی کی برادریاں ص ۵۰، ۱۵۱ اشاعت ثالث جون ۲۰۰۵ء مکتبہ رشیدیہ کراچی)

معلوم ہوا کہ نسب کو بنیاد بنا کر فتنہ انگیزی اس ٹولے کی پرانی روش ہے اور اس دور میں بھی بقول اخلاق حسین قاسمی دیوبندی جب یہ فتنہ اٹھا تو لوگوں نے دارالعلوم دیوبند کے بائیکاٹ کی تحریک شروع کر دی۔ اپنے اکابر کی اسی روش پر چلتے ہوئے ساجد خان دیوبندی صاحب نے بھی نسب پر لعن طعن کا سلسلہ ایک بار پھر شروع کر دیا ہے اور پشتون قوم کو نشانہ تنقید بنایا ہے۔ پشتون قوم کی تاریخ اور انساب پر کئی محققین نے کتابیں لکھی ہیں اسی لئے ضروری ہے کہ اس مسئلہ پر وہ کتابیں دیکھی جائیں کہ اس مقام پر جہاں" قارون" لکھا گیا ہے وہاں اصل نام کیا ہے۔ آیا واقعی تمام پختون قوم قارون کی اولاد کی نسبت سے قارونی ہیں؟ چونکہ ہمیں قارون نام کی تحقیق مطلوب ہے اسی لئے فقیر (فاروقی) قیس عبدالرشید سے پہلے

جتنے آباء گزرے ہیں ان ناموں پر چند کتابوں کے حوالے پیش کرتا ہے تا کہ ساجد خان دیوبندی نے جس لفظ کو بنیاد بنا کر اس کو ہوا دینے اور ذہنوں میں غلط فہمی پیدا کرنے کی جو کوشش کی ہے اس کی اصلیت سب پر واضح ہو۔

(1) خواجہ نعمت اللہ بن خواجہ حبیب اللہ الھر وی صاحب کی کتاب تاریخ خان جہانی ومخزن افغانی میں قیس عبدالرشید کا شجرہ نسب

"قیس بن عیص بن سلول بن عتبہ بن نعیم بن مرہ بن جلندر بن اسکندر بن رمان بن عنین بن مہلول بن شلم بن صلاح بن قارود بن عشم بن فہلول بن کرم بن عمال بن خدیفہ بن منہال بن قیس بن علیم بن اشموئیل بن ہارون بن قمرود بن ابی بن صہیب بن طلل بن لوی بن عامیل بن تارج بن ارزند بن مندول بن سلم بن افغنہ بن ارمیا بن ساروں الملقب بملک طالوت بن قیس بن عتبہ بن عیص بن روئیل (ووبرایت بن یامین) بن یہودا بن مہتر یعقوب اسرائیل اللہ بن مہتر حضرت اسحاق بن مہتر ابراہیم خلیل اللہ بن تارخ کہ اورا آذر می گفتند بن ناخور۔" (تاریخ خان جہانی ومخزن افغانی صفحہ 108، 109 جلد اول ایشیاٹک سوسائٹی آف پاکستان ڈھاکا جون 1960ء)

(2) محمد زردار خان صاحب افغانی کی اپنی تصنیف "صولت افغانی" میں قیس عبدالرشید صاحب کا شجرہ

"صاحبِ مجمع الانساب نے نامِ اجداد قیس کے یوں لکھے ہیں کہ، قیس بن عیص بن بہلول بن عنیہ بن مرہ بن جلندر بن اسکندر بن زمان بن عنین بن مہلول بن شلم بن صلاح بن قارود بن عشم بن فہلول بن کرم بن عمال بن حدیقہ بن نہال بن فس بن علیم بن اشمویل بن ہارون بن قمرود بن ابی بن صہب بن طلل بن لوی بن عامیل بن نارج بن ارزند بن مندول بن سلم بن افغنہ بن ارمیا بن ساردل الملقب بملک طالوت بن قیس بن عنیہ بن عیص بن روئیل بن یہودا بن مہتر یعقوب اسرائیل۔" (صولت افغانی صفحہ 313 مطبع منشی نول کشور کانپور اشاعت 1876ء، محمد زردار خان افغانی)

اگر چہ شجرہ کے کئی ناموں میں فرق ہے مگر اس میں کہیں بھی قارون کا ذکر نہیں البتہ مرہ بن جلندر بن اسکندر بن عنین بن مہلول بن شلم بن صلاح کے والد کا نام قارود لکھا گیا ہے۔

(3) شیر محمد خان صاحب گنڈاپور ابراہیم زئی کی "تواریخ خورشید جہاں 1311ھ فارسی" میں ایک مقام پر قیس عبدالرشید کا سلسلہ نسب

قیس بن عیص بن سلون بن عتبہ بن نعیم بن مرہ بن جلندر بن سکندر بن زمان بن عین بن بہلول بن سلم بن صلاح بن **قاروج** بن عتم بن فہلول بن کرم بن عمیل بن حذیفہ بن منہال بن فیض بن علم بن اشموئیل بن ہارون بن قمرود بن الی بن صلیب بن طلل بن لوئی بن عامیل بن تارج بن ارزند بن مندول بن سلم بن افغناہ بن ارمیاہ بن ساؤل الملقب ملک طالوت بادشاہ۔ (تواریخ خورشید جہاں 1311ھ فارسی صفحہ 178 مطبع اسلامیہ لاہور 1894ء شیر محمد خان گنڈاپور صاحب)

(4) "تاریخ پشتون" ترجمہ تاریخ خورشید جہاں اردو ترجمہ میں اسی مقام پر قیس عبدالرشید کا شجرہ نسب

"قیس بن عیص بن سلون بن عتبہ بن نعیم بن مرہ بن جلندر بن سکندر بن زمان، بن عین بن بہلول بن سلم بن صلاح بن **قاروج** بن عتم بن فہلول بن کرم بن عمیل بن حذیفہ بن منہال بن فیض بن علم بن اشموئیل بن ہارون بن قمرود بن الی بن صلیب بن طلل بن لوی بن عامیل بن تارج بن ارزند بن مندول بن سلم بن افغناہ بن ارمیاہ بن ساول الملقب بہ ملک طالوت بادشاہ۔" (تاریخ پشتون ترجمہ تاریخ خورشید جہاں صفحہ 409 اشاعت سوئم 1991ء شیخ شوکت علی اینڈ سنز کراچی)

تاریخ خورشید جہاں فارسی اور اردو ترجمہ دونوں میں کہیں بھی اس شجرہ میں قارون کا نام نہیں ہے بلکہ اس مقام پر مرہ بن جلندر بن سکندر بن زمان بن عین بن بہلول بن سلم بن صلاح کے والد کا نام قاروج لکھا گیا ہے۔ اسی تاریخ خورشید جہاں میں ایک اور مقام پر بھی قیس عبدالرشید کا شجرہ لکھا ہے جس میں اسی

مقام یعنی قاروج کی جگہ قارود لکھا ہے۔ تاریخ خورشید جہاں فارسی کا حوالہ ملاحظہ ہو۔

(5) خلاصہ کتب تواریخ افاغنہ کہ مذکور شد و سلسلہ نسب قیس عبدالرشید پٹھان از انجناب تا ملک طالوت

بادشاہ اسرائیل ور کتب انساب و تواریخ افاغنہ بدین ترتیب مسطور است قیس بن عیص بن سلول بن عتبہ بن نعیم بن مرہ بن جندر بن سکندر بن رمان بن حنین بن بہلول بن شلم من صلاح بن **قارود** بن عصیم بن فہلول بن کرم بن محال بن حذیفہ بن منہال بن قیس بن علیم بن اشموئل بن رون بن قمرود بن ابی بن صلیب بن طلل بن لوئی بن عامیل بن تارج بن ارزند بن مندول بن سلم بن افغنہ بن ارمیا بن ساؤل ملقب بطالوت۔ (تواریخ خورشید جہاں ۱۳۱۱ھ فارسی ص ۶۲ مطبع اسلامیہ لاہور 1894ء شیر محمد خان گنڈاپور صاحب)

اب اس مقام کا تاریخ خورشید جہاں اردو ترجمہ بھی ملاحظہ ہو۔

(6) ان کا خلاصہ ہے اور قیس عبدالرشید پٹھان کا سلسلہ نسب ملک طالوت بادشاہ اسرائیل تک اس ترتیب سے تمام کتب انساب اور تواریخ افاغنہ میں درج ہے کہ قیس بن عیض بن سلول بن عتبہ بن نعیم بن مرہ بن جندر ین سکندر بن رمان بن حنین بن بہلول بن شلم بن صلاح بن **قارود** بن عقیم بن فہلول بن کرم بن تحل بن حذیفہ بن منہال بن قیص بن علیم بن اشموئل بن رون بن قمرود بن ابی بن صلیب بن طلل بن لوی بن عامیل بن تارج بن ارزند بن مندول بن سلم بن افغنہ بن ارمیا بن ساول ملقب بہ طالوت۔ (تاریخ پشتون ترجمہ تاریخ خورشید جہاں صفحہ 187 اشاعت سوئم 1991ء شیخ شوکت علی اینڈ سنز کراچی)

دیکھئے اردو ترجمہ اور اصل کتاب فارسی اس میں اگر چہ دوسرے ناموں میں کتابت کی غلطیاں موجود ہیں مگر قارون غلطی سے بھی نہیں لکھا گیا بلکہ قارود ہی لکھا گیا ہے۔

(7) خان روشن خان صاحب کی کتاب "تذکرہ پٹھانوں کی اصلیت" میں قیس عبدالرشید صاحب کا شجرہ نسب

قیس عبدالرشید کا شجرہ نسب: قیس بن عیص بن سلول بن عتبہ بن نعیم بن مرہ بن جلندر بن اسکندر بن رومان بن عینین بن مہلول بن شلم بن صلاح بن قارود بن عثم بن فہول بن کرم بن عمال بن خذیفہ بن منہال بن قیس بن عیلم بن اشمول بن ہارون بن قمرود بن ابی بن صہیب بن طلل بن لوئی بن عامیل بن تارج بن ارزند بن مندول بن سلم بن "اب" (اسم تعریف) بن ارمیا بن ساول بن قیس بن عتبہ بن عیص بن روئیل (جس کا دوسرا نام زراح ہے) یہودا بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام بن تارخ جس کا دوسرا نام آزر ہے۔" ممکن ہے کچھ نام درمیان میں بھول سے رہ گئے ہوں لیکن بہرصورت نسبی پہچان اور تعارف کے لئے اتنا ہی کافی سمجھنا چاہئے۔

(تذکرہ پٹھانوں کی اصلیت صفحہ 106 طبع ششم نومبر 1992ء روشن خان ایجوکیشنل ٹرسٹ کراچی)

اگرچہ شجرہ کے کئی ناموں میں فرق موجود ہے مگر اس میں کہیں بھی قارون کا ذکر نہیں البتہ مرہ بن جلندر بن اسکندر بن رمان بن عنین بن مہلول بن شلم بن صلاح کے والد کا نام قارود لکھا گیا ہے۔ اس کتاب پر دیوبندیوں کے نزدیک معتمد شخصیت یعنی محمد ایوب قادری صاحب نے پیش لفظ اور ابو سلمان شاہ جہانپوری صاحب نے مقدمہ لکھا ہے۔

(8) تواریخ حافظ رحمت خانی تالیف پیر معظم شاہ پر حواشی خان روشن خان صاحب تاریخ خانجہانی و مخزن افغانی سے قیس عبدالرشید صاحب کا شجرہ نسب

قیس عبدالرشید کا شجرہ نسب: از تاریخ خانجہانی ومخزن افغانی: قیس بن عیص بن سلول بن عتبہ بن نعیم بن مرہ بن جلندر بن اسکندر بن رمان بن عنین بن مہول بن شلم بن صلاح بن قارود بن عثم بن فہلول بن کرم بن عمال بن خذیفہ بن منہال بن قیس بن عیلم بن اشمول بن ہارون بن قمرود بن ابی بن صہیب بن طلل بن لوئی بن عامیل بن تارج بن ارزندین مندول بن سلم بن افغنہ بن ارمیا بن ساردل الملقب

بملک طالوت بن قیس بن عتبہ بن عیص بن روئیل (و بہ روایتی بن یامین) بن یہودا بن یعقوب اسرائیل بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام بن تارخ کہ اُورا آزر نیز می گفتند ممکن ہے کچھ نام درمیان میں بھول سے رہ گئے ہوں لیکن نسبی تعارف کے لئے اتنا بھی کافی سمجھنا چاہیے۔" (تواریخ حافظ رحمت خانی صفحہ 673 حواشی خان روشن خان پشتو اکیڈمی پشاور یونیورسٹی پشاور)

اس میں بھی بھول کر بھی کہیں قارون کا ذکر موجود نہیں البتہ مرہ بن جلندر بن اسکندر بن رمان بن عنین بن مہول بن شلم بن صلاح کے والد کا نام قارود لکھا گیا ہے۔

(9) روشن خان کی اپنی کتاب "یوسف زئی قوم کی سرگزشت" میں تنبیہ الغافلین سے قیس عبدالرشید صاحب کا شجرہ نسب

"انساب اقوام افاغنہ جدّ اعلیٰ قیس عبدالرشید: از تنبیہ الغافلین تصنیف خیرت خان ولد چجو خان افغان: قیس بن عیص بن سلول بن عتبہ بن نعیم بن مرہ بن جلندر بن اسکندر بن رمان بن عنین بن مہول بن شلم بن صلاح بن قارود بن عثم بن غنم بن مہلول بن کرم بن عمال بن خذیفہ بن منہال بن قیس بن عیلم بن اشمول بن ہارون بن قمرود بن ابی بن صہیب بن طلل بن لوئی بن عامیل بن تارج بن ارزندین مندول بن سلم بن ابا بن ارمیا بن ساول بن قیس بن عتبہ بن عیص بن روئیل (جس کا دوسرا نام زراح ہے) بن یہودا بن یعقوب اسرائیل بن اسحاق بن ابراہیم بن تارخ کہ اُورا آذر نیز مے گفتند بن ناخور بن سروغ بن اسود بن عابر بن سالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح علیہ السلام ممکن ہے کچھ نام درمیان میں بھول سے رہ گئے ہوں لیکن نسبی تعارف کے لئے اتنا بھی کافی سمجھنا چاہیے۔" (یوسف زئی قوم کی سرگزشت صفحہ 388 خان روشن خان اشاعت اول 1986ء روشن خان اینڈ کمپنی کراچی)

اس میں بھی بھول کر بھی کہیں قارون کا ذکر موجود نہیں البتہ مرہ بن جلندر بن اسکندر بن رمان بن عنین

بن مہول بن شلم بن صلاح کے والد کا نام قارود لکھا گیا ہے۔

اس کتاب پر دیوبندیوں کے معتمد محقق ابوسلمان شاہجہانپوری صاحب نے مقدمہ لکھا ہے۔

(10) سید بہادر شاہ ظفر کاکاخیل کی پشتو تالیف "پختانہ د تاریخ پہ رنڑا کے "یعنی (پشتون تاریخ کی روشنی میں) میں قیس عبدالرشید کا شجرہ نسب

"د قیس عبدالرشید نہ تر طالوت پورے شجرہ پہ دے شان دہ: قیس بن عیس بن سلول بن عقبہ بن نعیم بن مرہ بن عبذر بن سکندر بن رمان بن عین بن بھلول بن سلیم من صلاح بن قاروح بن عتیم بن فھلول بن کرم بن عمیل بن حذیفہ بن مھنال بن قیص بن علیم بن اشموئل بن ھارون بن قمرود بن ابی بن صلیب بن طلل بن لوئی بن عامیل بن تارج بن ارزند بن مندول بن سلم بن افغانا بن ارمیا بن ساؤل ملقب بہ طالوت۔" (پختانہ د تاریخ پہ رنڑا کے صفحہ 19، 20 سید بہادر شاہ کاکاخیل یونیورسٹی بک ایجنسی پشاور)

اس شجرہ میں کہیں قارون کا نام نہیں البتہ صلاح کے والد کا نام قاروح لکھا ہے۔

(11) بریگیڈئر ہارون رشید نے اپنی کتاب ہسٹری آف دی پٹھانز میں پٹھانوں کے مختلف شجرے نقل کئے ہیں۔ اس میں سلم بن صلاح بن قارود کا شجرہ بھی موجود ہے، آیئے وہ شجرہ بھی حضرت یعقوب علیہ السلام تک ملاحظہ ہو۔

(22) Hazrat Yaqoob (PBUH) (Bani Israel) (23) Bin Yameen (24) Aneekh (25) Bakorat (26) Saroor (27) Abi Ail (28) Qais (29) Hazrat Talut (PBUH) (30) Irmia (31) Afghana (Bani Afghan) (32) Salam (33) Mandool (34) Arzind (35) Tarukh (36) Aqil (37)

Livi (38) Tala (39) Saleeb (40) Illi (41) Qamrood (42) Haroon (43) Shamoel (44) Aleem (45) Qais (46) Minhal (47) Hadeeqa (48) Aamal (49) Karam (50) Fahul (51) Aseem (52)**Qarood** (53) Salah (54) Salam (55) Bahlool (56) Aen . (History of the Pathans page no 124 published by Brig Haroon Rashid SI (M))

دیکھئے اس کتاب میں بھی واضح طور پر (Qarood) قارود لکھا گیا ہے۔ اس میں بھی کہیں قارون کا ذکر نہیں۔

(12) محمد حیات خان صاحب بہادر کی تاریخ افغانستان موسوم بہ حیات افغانی میں قیس عبدالرشید کا شجرہ نسب

"قیس بن عیص بن سلول بن عتبہ بن نعیم بن مرہ بن جلندر بن سکندر بن زمان بن عین بن بھلول بن سلم بن صلاح بن **قارود** بن عتم بن فہلول بن کرم بن عمال بن حدیقہ بن مہال بن قیص بن علیم بن اشمول بن ہارون بن قمرود بن الی بن صلیب بن طلال بن لیوی بن عاقل بین تارخ بن ارزند بن مندول بن سلم بن افغان بن ارمیا بن ساؤل الملقب بملک طالوت بن قیس بن عتبہ بن عیص بن روہیل بن یہودا بن یعقوب بن حضرت اسحاق بن مہتر ابراہیم خلیل اللہ الے آخرہ۔" (حیات افغانی صفحہ ۹۹ مطبع کوہ نور لاہور اشاعت 1867ء، محمد حیات خان بہادر صاحب)

اس شجرے کے ناموں میں بھی فرق موجود ہے لیکن اس میں کہیں بھی قارون نام نہیں لکھا ہوا۔ البتہ مرہ بن جلندر بن سکندر بن زمان بن عین بن بھلول بن سلم بن صلاح کے والد کا نام قارود لکھا گیا ہے۔ اور یہی وہ **قارود** لفظ ہے جو" حیات مفتی اعظم" میں کتابت کی غلطی سے قارون لکھا گیا ہے۔ یہاں یہ

وضاحت بھی کرتا چلوں کہ صاحبِ حیاتِ افغانی کو اس شجرہ پر کچھ تحفظات ہیں اور قیس عبدالرشید سے آگے شجرے سے متفق بھی نہیں مگر اس اختلاف سے قارون نام کی تائید بھی نہیں ہوتی کیونکہ محمد حیات خان صاحب کا اختلاف اور تحفظات قارون یا قارود کی وجہ سے نہیں اور جن تحفظات اور اختلاف کا ذکر کیا ہے وہاں قارون کا کہیں بھی ذکر نہیں۔

بارھویں کی نسبت سے ان بارہ کتابوں پر اکتفا کرتا ہوں کیونکہ بارہویں کی یہ نسبت بھی ان مخالفین پر بہت بھاری ہے ورنہ اس پر اور بھی کئی کتب سے حوالے پیش کرسکتا ہوں۔ پٹھانوں کی تاریخ اور انساب پر آپ کوئی بھی کتاب اٹھالیں ان میں کہیں بھی پشتون قوم کے نسب اور شجروں میں "قارون" کا ذکر نہیں اور نہ پشتون قوم قارون کی اولاد سے ہے۔

اور جن انساب کے محققین نے قیس عبدالرشید کا پٹھانوں کے جدامجد ہونے سے اختلاف کیا ہے ان کے نسبی شجروں میں بھی پختون قوم کو قارون (معروف قارون جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں غرق ہوا) کی اولاد میں کسی نے نسبت نہیں کی۔ جہاں حیات مفتی اعظم ہند کتاب میں قارون کا ذکر آیا ہے وہ کتابت کی ہی غلطی ہے۔ اور کتابت کی غلطیاں کس طرح ہوتی ہیں اس کا بیان اوپر ہو چکا ہے کہ خود ساجد خان دیوبندی صاحب نے بھی محض ایک شجرہ نقل کرتے ہوئے تین کتابت کی غلطیاں بار بار دہرائی ہیں۔

اکابر دیوبند کی معتبر شخصیت خلیل انبیٹھوی صاحب نے براہین قاطعہ میں کتابت کی غلطیوں کے بارے میں لکھا کہ

"الغرض حسن علی نام کوئی مدرس نہیں اور جس حسن علی کے دستخط ہیں خواہ مخواہ اس پر مطاعن لفظی کرنی بھی دوراز دیانت ہے کیونکہ مطبع کی غلطی کا احتمال قوی ہے چنانچہ اس فتوے میں بہت

الفاظ غلط موجود ہیں سو حسن ظن کرنا اور کاتب کی یا صاحب مطبع کی غلطی پر حمل کرنا مناسب تھا مگر یہ تو جب ہوتا کہ مولف کو حسن ظن پر عمل کرنا مدنظر اور اندیشہ آخرت ہوتا اور چونکہ تخطیہ معنوی کا تو مؤلف کو سلیقہ وملکہ نہیں، تخطیہ لفظی سے تسلی کر لیتا ہے خیر یہ تو سہل ہے لیکن مشکوۃ اور قرآن شریف دہلی کے مطبع کے مثلاً مؤلف کو دیکھ کر جو اس میں غلطی کاتب ملاحظہ کرے گا تو مبادا حق تعالیٰ اور جناب فخر عالم پر مواخذہ نہ کرنے لگے کیونکہ مولف کی عادت تو یہی ٹھہری کہ اصل مؤلف کو الزام لگانا ہے کاتب کی خطا پر حمل کرنا ہی نہیں "استغفر اللہ، استغفر اللہ۔"

(براھین قاطعہ صفحہ 31 اشاعت اول مارچ 1987ء مطبوعہ دارالاشاعت کراچی)

معلوم ہوا کہ انبیٹھوی دیوبندی کے نزدیک ایسی اغلاط میں کاتب ومطبع کی غلطی تسلیم کرنے کے بجائے مولف [ومرتب] سے حسن ظن نہ رکھنا آخرت سے غفلت اور دیانت کے خلاف ہے۔ خلیل انبیٹھوی صاحب کا یہ اصول پورا کا پورا ساجد خان دیوبندی صاحب پر واقع ہوتا ہے کیونکہ بقول انبیٹھوی صاحب کے "چنانچہ اس فتوے میں بہت الفاظ غلط موجود ہیں" لہٰذا ساجد خان صاحب نے جو شجرہ نقل کیا ہے اس میں بھی اغلاط موجود ہیں جس کی نشاندہی کر چکا ہوں۔ پھر انبیٹھوی کا یہ اصول کہ "جب ہوتا کہ مولف کو حسن ظن پر عمل کرنا مدنظر اور اندیشہ آخرت ہوتا اور چونکہ تخطیہ معنوی کا تو مولف کو سلیقہ وملکہ نہیں، تخطیہ لفظی سے تسلی کر لیتا ہے" ساجد خان دیوبندی کا بھی یہی حال ہے اگر ساجد خان صاحب کو اعتراض کا سلیقہ یا ملکہ ہوتا تو کم از کم قارون کے دور سے شجرہ کی مناسبت کو دیکھ کر پھر اعتراض و طعن کرتے لیکن بقول انبیٹھوی یہ تب ہوتا کہ "مولف کو حسنِ ظن پر عمل کرنا مدنظر اور اندیشہ آخرت ہوتا۔"

اس مقام پر تاریخ اور انساب کی کتب میں فقیر کو تین نام ملے جن میں ایک مقام پر قاروح اور دو مقامات پر قاروج باقی کتب میں قارود لکھا گیا ہے۔ مندرجہ بالا شجروں پر نظر ڈالیں تو ہر شجرے کے

ناموں میں اختلاف پایا جاتا ہے خواہ وہ کتابت کی غلطیاں ہوں یا مختلف تحقیقات ہوں مگر ان میں کہیں کسی نے بھول سے بھی معروف قارون جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں غرق ہوا اس کی اولاد میں پشتون قوم کا ذکر نہیں لکھا۔ اگر کوئی بھی صاحب فہم غور کر لے تو اس پر واضح ہوگا کہ جہاں پر کتابت کی غلطی سے قارون لکھا گیا ہے وہ کسی بھی حساب سے بھی معروف قارون کا دور نہیں۔ کیونکہ قرآن واحادیث اور تاریخ کی کتب سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ قارون اس دور میں غرق ہوا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دور تھا ۔اور جہاں تک قارود کا دور ہے وہ بہت بعد کا ہے۔ قارود کے دور سے لے کر طالوت بادشاہ کے دور تک تقریباً 33 پشتوں کا فرق ہے۔ اور طالوت بادشاہ کے واقعے کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے۔ طالوت بادشاہ حضرت شمویل علیہ السلام کے دور میں گزرے ہیں۔ اور شمویل علیہ السلام نے ہی اپنی قوم سے فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر طالوت بادشاہ مقرر کیا ہے۔ اس واقعے کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الْمَلَاِ مِنْۢ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى- اِذْ قَالُوْا لِنَبِيٍّ لَّهُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ- قَالَ هَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ اَلَّا تُقَاتِلُوْا ؕ قَالُوْا وَ مَا لَنَا اَلَّا نُقَاتِلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ قَدْ اُخْرِجْنَا مِنْ دِيَارِنَا وَ اَبْنَآىِٕنَا- فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ- وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ (سورۃ البقرۃ آیت ۲۴۶)

ترجمہ: اے محبوب! کیا تم نے نہ دیکھا بنی اسرائیل کے ایک گروہ کو جو موسیٰ کے بعد ہوا جب اپنے ایک پیغمبر سے بولے ہمارے لیے کھڑا کر دو ایک بادشاہ کہ ہم خدا کی راہ میں لڑیں نبی نے فرمایا کیا تمہارے انداز ایسے ہیں کہ تم پر جہاد فرض کیا جائے تو پھر نہ کرو بولے ہمیں کیا ہوا کہ ہم اللہ کی راہ میں نہ لڑیں حالانکہ ہم نکالے گئے ہیں اپنے وطن اور اپنی اولاد سے تو پھر جب ان پر جہاد فرض کیا گیا منہ پھیر گئے مگر ان میں کے تھوڑے اور اللہ خوب جانتا ہے ظالموں کو۔

"بنی اسرائیل کے ایک گروہ کو جو موسیٰ کے بعد ہوا جب اپنے ایک پیغمبر سے بولے ہمارے لیے کھڑا کر دو ایک بادشاہ"

کئی تفاسیر اور کتب میں لکھا گیا ہے کہ یہ اس طرف اشارہ ہے جس واقعہ میں حضرت شمویل اور طالوت بادشاہ کا ذکر ہے اور یہ واقعہ موسیٰ علیہ السلام کے زمانے کے بعد ہوا۔

اسی آیت کے تحت اشرفعلی تھانوی دیوبندی صاحب بیان القرآن میں قصہ طالوت وجالوت کے عنوان سے لکھتے ہیں۔

"ان بنی اسرائیل نے حق تعالیٰ کے احکام کو چھوڑ دیا تھا کفار عمالقہ ان پر مسلط کر دیئے گئے اس وقت ان لوگوں کو فکر اصلاح ہوئی اور ان کا پیغمبر شموئل مشہور ہے۔"

(بیان القرآن صفحہ 82 پاک کمپنی لاہور سن اشاعت 2007ء)

تھانوی دیوبندی صاحب نے واضح لکھا ہے کہ طالوت اور حضرت شموئل ایک دور میں گزرے ہیں۔

قرآن مجید میں طالوت کی بادشاہت کا بھی ذکر اگلی آیت میں موجود ہے۔

وَ قَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ مَلِكًا (سورۃ البقرۃ آیت ۲۴۷)

اور ان سے ان کے نبی نے فرمایا بے شک اللہ نے طالوت کو تمہارا بادشاہ بنا کر بھیجا ہے۔

محمد ادریس کاندھلوی دیوبندی صاحب ان آیات کے تحت لکھتے ہیں:

"حضرت موسیٰ کی وفات کے بعد ایک مدت تک بنی اسرائیل کا حال درست رہا اور ان کا کام بنا رہا رفتہ رفتہ وہ احکام تورات سے دور ہو گئے..... بنی اسرائیل کے اشراف اور سرداروں کو خیال پیدا ہوا کہ اس ذلت کا کوئی مداوا ہو اس لئے اپنے نبی سے جن کا نام شمویل تھا بادشاہ مقرر کرنے کی..... نبی نے ان کے جواب میں کہا کہ اول تو یہ ہے کہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے تمہارے

لئے یعنی تمہاری عزت اور سرداری کے حصول کیلئے طالوت بادشاہ مقرر کیا ہے سنتے ہی نبی پر اعتراضات شروع کئے..... بالآخر لوگوں نے حضرت شمویل سے یہ کہا کہ اچھا ہمیں طالوت کی بادشاہت اور ان کے برگزیدہ ہونے کی کوئی ظاہری نشانی بتلایئے"۔

(معارف القرآن جلد اول صفحہ 473، 476 قرآن محل لاہور طباعت 2006ء)

"جمہور کا قول یہی ہے کہ ان کا نام شمویل تھا" (معارف القرآن ۱/ ۴۷۳ حاشیہ قرآن محل لاہور طباعت ۲۰۰۶ء)

محمد ادریس کاندھلوی صاحب نے بھی یہ تسلیم کیا ہے کہ حضرت شمویل اور طالوت ایک دور میں گزرے ہیں اور یہ دور حضرت موسیٰ کے بعد کا دور ہے۔

فضل اللہ دیوبندی المعروف شبیر عثمانی صاحب لکھتے ہیں:

"اس وقت حضرت شموئیل پیغمبر تھے۔" (تفسیر عثمانی حاشیہ آیت ۲۴۶ البقرۃ، مجمع الملک فھد لطباعۃ المصحف الشریف، ص ۵۱)

اس پر بے شمار حوالے موجود ہیں کہ شمویل علیہ السلام اور طالوت بادشاہ کا زمانہ ایک ہی تھا۔

تاریخ ابن خلدون نے حضرت شمویل اور حضرت ہارون (جو موسیٰ علیہ السلام کے بھائی تھے) کے درمیان آٹھ پشتوں کا ذکر کیا ہے۔

"شمویل بن الکنا بن یوام بن الیاھد بن یاد بن سوف بن الیان بن فنحاص بن العیذار بن ھرون بن عمران" (تاریخ ابن خلدون الجزء الثانی دار الفکر بیروت صفحہ 108 اشاعت 1421ھ)

ابن کثیر نے بھی طالوت بادشاہ کا شجرہ حضرت یعقوب علیہ السلام تک نقل کیا ہے اس میں بھی کہیں قارون کا ذکر نہیں۔

"طالوت کا تاریخی دستور کے مطابق پورا نام طالوت بن قیش بن افیل بن صارد بن تحورت بن

افیح بن انیس بن بنیامین بن یعقوب بن ابراہیم خلیل بتایا ہے۔"

(تاریخ ابن کثیر اردو مترجم جلد دوم صفحہ 343 طبع اول جون 1987ء نفیس اکیڈمی کراچی)

ان حقائق سے روز روشن کی طرح واضح ہوا کہ قارود اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دور میں کئی بلکہ مختلف شجروں کے مطابق تقریباً چالیس سے زائد پشتوں کا فرق ہے۔ اور یہ بات طے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور قارون ایک ہی دور میں گزرے ہیں بلکہ کافی تفاسیر اور کتب میں یہ لکھا گیا ہے کہ قارون، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چچازاد تھا بعض نے چچا بھی لکھا ہے۔ اگر اس پر حوالہ جات نقل کئے جائیں تو یہ مضمون کتاب کی صورت اختیار کرلے گا چنانچہ چند حوالوں پر اکتفا کرتا ہوں۔

"ابن جریح فرماتے ہیں کہ قارون موسیٰ علیہ السلام کا چچازاد بھائی تھا اس لئے قارون کے والد یصہر اور موسیٰ کے والد عمر (جسے عربی میں عمران کہتے ہیں) آپس میں بھائی تھے۔"

(تاریخ طبری مترجم جلد اول حصہ دوم صفحہ 19 طبع اپریل 2004ء نفیس اکیڈمی کراچی)

☆☆☆.....جاری ہے.....☆☆☆

﴿تذکرۂ غوثیہ کتاب سے متعلق فرمانِ امام اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ﴾

کتاب تذکرہ غوثیہ جس میں غوث علی شاہ پانی پتی کا تذکرہ ہے ضلالتوں، گمراہیوں بلکہ صریح کفر کی باتوں پر مشتمل ہے مثلاً غوث علی شاہ جگن ناتھ کی چوکی پر اشنان کرتے ملے کسی نے پہچانا تو بولے کہ اس شخص کے دو باپ تھے ایک مسلمان اس کی طرف سے حج کر آیا ہے دوسرا باپ ایک پنڈت تھا اس کی طرف سے جگن ناتھ تیرتھ کرنے آیا ہے ایسی ناپاکی بے دینی کی کتاب کا دیکھنا حرام ہے جس مسلمان کے پاس ہو جلا کر خاک کردے۔ (فتاویٰ رضویہ جلد ۱۵ صفحہ ۲۷۹)

اشخاص خمسہ کی کفریہ عبارات کی خبر اور عدم تکفیر

کفریہ عبارتوں کی خبر اور عدم تکفیر

متکلمِ اسلام حضرت علامہ مولانا مفتی طارق انور مصباحی (آف انڈیا) زید مجدہ

باسمہ تعالٰی و بحمدہ و الصلوٰۃ و السلام علٰی رسولہ الاعلٰی و جنودہ

خبر کی دو قسمیں ہیں: (1) خبر ظنی (2) خبر یقینی۔ خبر یقینی کو خبر قطعی کہا جاتا ہے۔

خبر قطعی کی دو قسمیں ہیں: (1) قطعی بالمعنی الاعم (2) قطعی بالمعنی الاخص۔

(1) قطعی بالمعنی الاعم وہ ہے، جس میں جانب مخالف کا احتمال بعید ہو۔

(2) قطعی بالمعنی الاخص وہ ہے، جس میں جانب مخالف کا احتمال بعید بھی نہ ہو۔

احتمال بعید کو احتمال بلا دلیل اور احتمال عقلی بھی کہا جاتا ہے، یعنی عقل میں ایک ضعیف سا احتمال ظاہر ہو، لیکن اس پر کوئی دلیل نہ ہو۔ عدم دلیل کے سبب فقہا اس کا لحاظ نہیں کرتے۔

جب ضرورت دینی کا انکار قطعی بالمعنی الاخص ہو تو کفر کلامی کا حکم عائد ہوگا، اور تکفیر کلامی کی شرط ہے کہ جہات ثلاثہ یعنی جہت کلام، جہت تکلم اور جہت متکلم قطعی بالمعنی الاخص ہو جائیں۔ کسی جانب میں احتمال بعید بھی نہ ہو۔ اکابر دیوبند کے کلام میں احتمال بعید بھی نہیں نہ ہی متکلم میں کوئی احتمال بعید تھا۔ ان لوگوں نے اپنے قصد و رضا سے بلا جبر و اکراہ ہوش و حواس میں یہ کتابیں لکھی تھیں۔ ان عبارتوں پر وہ لوگ مناظرے و مباحثے بھی کر چکے تھے، لیکن جب تک امام اہل سنت قدس سرہ العزیز کو جہت تکلم میں احتمال بعید رہا، تب تک کفریہ عبارتوں کی خبر کے باوجود تکفیر کلامی نہیں فرمائی۔ جب احتمال بعید بھی دور ہو گیا، اور یقین بالمعنی الاخص حاصل ہو گیا کہ یہ کفریہ کلمات انہیں لوگوں کے ہیں، تب آپ نے ان

لوگوں کی تکفیر کلامی فرمائی۔ دراصل تکفیر کلامی کے شرائط کی تکمیل کے بعد ہی تکفیر کلامی کی جا سکتی ہے۔

متکلم کی طرف کسی کلام کی نسبت دو طریقے سے قطعی بالمعنی الاخص ہوتی ہے:

(1) خبر متواتر موصول ہو کہ متکلم نے یہ کفریہ کلام کہا ہے۔

(2) متکلم نے خود کسی کے سامنے کفریہ کلام کہا ہو، یا اپنا کلام ہونے کا اقرار کیا ہو، پس خاص اس شخص کے نزدیک متکلم کی طرف اس کلام کی نسبت قطعی بالمعنی الاخص ہے۔

اگر ملزم نے مفتی کے سامنے کفریہ کلام کہا، یا اپنا کلام ہونے کا اقرار کیا، اور تکفیر کے دیگر شرائط بھی موجود ہوں تو مفتی اس کی تکفیر کلامی کریں گے، کیوں کہ ان کی نظر میں کلام کی نسبت قطعی بالمعنی الاخص ہو چکی ہے، اور تکفیر کلامی کے دیگر شرائط بھی پائے جا رہے ہیں۔

خبر ظنی کے سبب قادیانی کی مشروط تکفیر

مرزا غلام احمد قادیانی کی عبارتیں خبر واحد کے ذریعہ امام اہل سنت قدس سرہ العزیز کو موصول ہوئیں تو آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ میں خبر واحد کے سبب کیسے اس کا حکم شرعی بیان کر دوں، بلکہ آپ نے امت مسلمہ کو قادیانی کے شر و فساد سے محفوظ رکھنے کے واسطے اس کی مشروط تکفیر فرمائی کہ اگر اس نے ایسا کہا ہے تو وہ کافر ہے۔ مشروط تکفیر کا مقصد یہ تھا کہ امت مسلمہ اس کے کفر و شر سے محفوظ رہے۔ قائد کی یہ ذمہ داری ہے کہ لوگوں کو ہر شر سے بچائے۔

اگست ۱۹۰۲ء مطابق ۱۳۲۰ھ میں مولانا پیر عبد الغنی کشمیری امرتسری (م ۱۳۳۸ھ) نے مرزا غلام احمد قادیانی کی عبارات متفرقہ لکھ کر بریلی شریف بھیجا۔ امام اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ نے ان عبارات کے پیش نظر رسالہ: "السوء و العقاب علی المسیح الکذاب" تحریر فرمایا، اور آپ نے لکھا کہ اس شہر میں مرزا کا فتنہ نہیں آیا۔ اس کی تحریرات یہاں نہیں ملتی ہیں، اور آپ نے اس رسالہ میں تحریر فرمایا کہ:

''اگر یہ اقوال مرزا کی تحریروں میں اسی طرح ہیں تو واللہ واللہ وہ یقیناً کافر، اور جو اس کے ان اقوال یا ان کے امثال پر مطلع ہو کر اسے کافر نہ کہے، وہ بھی کافر''۔

(السوء والعقاب: فتاویٰ رضویہ: جلد 15: ص 590- جامعہ نظامیہ لاہور)

یہ قادیانی کی مشروط تکفیر ہے کہ اگر اس نے ایسا کہا ہے، تب کافر ہے، کیوں کہ خبر واحد کے ذریعہ قادیانی کی عبارتیں موصول ہوئی تھیں۔ بعد میں اس کا تیقن حاصل کیا گیا۔

آپ نے اس فتویٰ کے بعد مرزا غلام احمد قادیانی کی کتابیں منگوائیں اور ۱۳۲۰ھ-۱۹۰۲ء میں ''المعتمد المستند'' میں مرزا قادیانی کی بعض عبارات ذکر کر کے تکفیر فرمائی۔ ۱۳۲۳ھ میں ''قھر الدیان علیٰ مرتد بقادیان'' تحریر فرمایا۔ ۱۳۲۳ھ-۱۳۲۴ھ مطابق ۱۹۰۶ء میں علمائے حرمین طیبین نے حسام الحرمین میں مرزا کے کافر ہونے کی تصدیق فرمائی۔

احتمال بعید کے سبب تکفیر سے احتیاط

امام اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ ''المعتمد المستند'' میں تکفیر سے قبل ہی دیوبندیوں کے کفریہ عقائد پر مطلع تھے، لیکن جب تک کتابیں آپ نے نہیں دیکھی تھیں، تب تک تکفیر نہیں فرمائی، کیوں کہ روایت بالمعنی کا احتمال تھا کہ ممکن ہے کہ علما نے ان کفریہ عبارتوں کی روایت بالمعنی کی ہو، الفاظ کچھ اور ہوں، جس کے سبب آپ نے کتابیں دیکھنے سے قبل تکفیر نہ فرمائی۔

''المعتمد المستند'' میں اشخاص خمسہ کی تکفیر

امام اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ نے 1320 مطابق 1902 میں المعتمد المستند تحریر فرمائی۔ اس میں مسلک دیوبند کے اشخاص اربعہ اور قادیانی کی تکفیر فرمائی۔

المعتمد المستند 1321 مطابق 1903 میں مطبع تحفہ حنفیہ (پٹنہ) سے شائع ہوئی۔

(1) اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے تحریر فرمایا:

''۱۳۲۰ھ میں ان کے تمام کفریات کا مجموع یکجائی رد شائع ہوا، پھر ان دشنامیوں کے متعلق کچھ عمائد مسلمین علمی سوالات ان میں کے سرغنہ کے پاس لے گئے۔

سوالوں پر جو حالت سراسیمگی بے حد پیدا ہوئی۔ دیکھنے والوں سے اس کی کیفیت پوچھئے، مگر اس وقت بھی نہ ان تحریرات سے انکار ہو سکا، نہ کوئی مطلب گڑھنے پر قدرت پائی، بلکہ کہا تو یہ کہا کہ: میں مباحثہ کے واسطے نہیں آیا، نہ مباحثہ چاہتا ہوں۔ میں اس فن میں جاہل ہوں اور میرے اساتذہ بھی جاہل ہیں۔ معقول بھی کر دیجیے میں تو وہی کہے جاؤں گا۔

وہ سوالات اور اس واقعہ کا مفصل ذکر بھی جبھی ۱۵ جمادی الآخرہ ۱۳۲۳ھ کو چھاپ کر سرغنہ و اتباع سب کے ہاتھ میں دے دیا گیا۔ اسے بھی چوتھا سال ہے۔ صدائے برنخاست''۔

(تمہید ایمان: فتاویٰ رضویہ جلد 30: ص 350- جامعہ نظامیہ لاہور)

(2) امام اہل سنت قدس سرہ نے دیوبندیوں کی شائع شدہ کتابوں سے متعلق تحریر فرمایا:

''مسلمانو! یہ روشن، ظاہر، واضح، قاہر عبارات تمہارے پیش نظر ہیں، جنہیں چھپے ہوئے دس دس، اور بعض کو سترہ اور تصنیف کو انیس سال ہوئے، (اور ان دشنامیوں کی تکفیر تو اب چھ سال یعنی ۱۳۲۰ھ سے ہوئی، جب سے المعتمد المستند چھپی)۔

ان عبارات کو بغور نظر فرماؤ، اور اللہ و رسول کے خوف کو سامنے رکھ کر انصاف کرو۔ یہ عبارتیں فقط ان مفتریوں کا افترا ہی رد نہیں کرتیں، بلکہ صراحۃً صاف صاف شہادت دے رہی ہیں کہ ایسی عظیم احتیاط والے نے ہرگز ان دشنامیوں کو کافر نہ کہا۔ جب تک یقینی، قطعی، واضح، روشن، جلی طور سے ان کا صریح کفر آفتاب سے زیادہ ظاہر نہ ہو لیا، جس میں اصلاً اصلاً ہرگز ہرگز کوئی گنجائش، کوئی تاویل نہ نکل سکی کہ

آخر یہ بندۂ خدا وہی تو ہے جو ان کے اکابر پر ستر ستر وجہ سے لزوم کفر کا ثبوت دے کر یہی کہتا ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل ''لا الہ الا اللہ'' کی تکفیر سے منع فرمایا ہے۔ جب تک وجہ کفر آفتاب سے زیادہ روشن نہ ہوجائے، اور حکم اسلام کے لیے اصلاً کوئی ضعیف محمل بھی باقی نہ رہے۔

یہ بندۂ خدا وہی تو ہے جو خود ان دشنامیوں کی نسبت (جب تک ان کی ان دشنامیوں پر اطلاع یقینی نہ ہوئی تھی) اٹھتر وجہ سے بحکم فقہائے کرام لزوم کفر کا ثبوت دے کر یہی لکھ چکا تھا کہ ہزار ہزار بار حاش للہ میں ہرگز ان کی تکفیر پسند نہیں کرتا۔ جب کیا، ان سے کوئی ملاپ تھا، اب رنجش ہوگئی؟ جب ان سے جائیداد کی کوئی شرکت نہ تھی، اب پیدا ہوئی؟۔

حاش للہ! مسلمانوں کا علاقہ محبت وعداوت، صرف محبت وعداوت خدا ورسول ہے۔ جب تک ان دشنام دہوں سے دشنام صادر نہ ہوئی، یا اللہ ورسول کی جناب میں ان کی دشنام نہ دیکھی، سنی تھی۔ اس وقت تک کلمہ گوئی کا پاس لازم تھا۔ غایت احتیاط سے کام لیا، حتی کہ فقہائے کرام کے حکم سے طرح طرح ان پر کفر لازم تھا، مگر احتیاطاً ان کا ساتھ نہ دیا اور متکلمین عظام کا مسلک اختیار کیا۔

جب صاف صریح انکار ضروریات دین ودشنام دہی رب العلمین وسید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم اجمعین آنکھ سے دیکھی تو اب بے تکفیر چارہ نہ تھا کہ اکابر ائمہ دین کی تصریحیں سن چکے کہ:

''من شک فی عذابہ و کفرہ فقد کفر'' جو ایسے کے معذب وکافر ہونے میں شک کرے، وہ خود کافر ہے۔ اپنا اور اپنے دینی بھائیوں عوام اہل اسلام کا ایمان بچانا ضرور تھا، لاجرم حکم کفر دیا اور شائع کیا''۔ (تمہید ایمان: فتاویٰ رضویہ جلد 30: ص 257 - جامعہ نظامیہ لاہور)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ان عبارتوں کو ان کی کتابوں میں نہ دیکھی تھی، لیکن ان عبارتوں کی خبر تھی۔ آپ نے ان کے جوابات بھی تحریر فرمائے تھے۔

(ان کی دشنام نہ دیکھی، سنی تھی) سے اسی مفہوم کو بتا رہے ہیں کہ عبارتیں ان کی کتابوں میں نہ دیکھی تھیں، بلکہ سنی تھیں، یعنی لوگوں کی زبانوں سے سنی تھیں، اور کہیں کسی کی تحریر میں ان عبارتوں کو منقول دیکھا ہو تو اس کو بھی سننے سے تعبیر کیا جائے گا، کیوں کہ یہاں نہ دیکھنے سے مراد خاص کر ان دیوبندیوں کی کتابوں میں ان عبارتوں کو نہ دیکھنا مراد ہے۔

تکفیر کلامی کے تمام شرائط کی تکمیل کے بعد ہی کفر کلامی کا فتویٰ دیا جاتا ہے۔ مذکورہ عبارت سے یہی ظاہر ہے کہ تمام حالات کی اطلاع پہلے سے تھی۔

اب ان کتابوں میں محض ان کی عبارتیں دیکھنا باقی تھا۔ جب یہ شرط بھی مکمل ہوگئی تو انہیں کافر اعتقاد کیا، اور کافر سمجھا، پھر فتویٰ تحریر فرمایا۔ امام اہل سنت قدس سرہ العزیز کے قول: (آنکھ سے دیکھی تو اب بے تکفیر چارہ نہ تھا) کا یہی مفاد ہے۔

تمہید ایمان کے حاشیہ میں محشی نے لکھا: ''جیسے گنگوہی صاحب وانبیٹھی صاحب کہ ان کے اتنے قول کی نسبت میرٹھ سے سوال آیا تھا کہ خدا جھوٹا ہوسکتا ہے، اس کے بعد معلوم ہوا کہ شیطان کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم سے زیادہ بتاتے ہیں، پھر گنگوہی صاحب کا وہ فتویٰ کہ خدا جھوٹا ہے، جو اسے جھوٹا کہے، مسلمان سنی صالح ہے۔

جب چھپا ہوا نظر سے گزرا، کمال احتیاط یہ کہ دوسروں کا چھپوایا ہوا تھا۔ اس پر وہ تیقن نہ کیا، جس کی بنا پر تکفیر ہو۔ جب وہ اصلی فتویٰ گنگوہی صاحب کا مہری دستخطی خود آنکھ سے دیکھا، اور بار بار چھپنے پر بھی گنگوہی صاحب نے سکوت کیا تو اس کے صدق پر کافی اعتبار ہوا۔

یونہی قادیانی دجال کی کتابیں جب تک آپ نے نہ دیکھیں، اس کی تکفیر پر جزم نہ کیا، جب تک صرف مہدی، یا مثیل مسیح بننے کی خبر سنی تھی، جس نے دریافت کیا، اتنا ہی کہا کہ کوئی مجنون معلوم ہوتا ہے، پھر

جب امرتسر سے ایک فتویٰ تکفیر کا آیا، جس میں اس کی کفریہ عبارتیں بحوالہ صفحات منقول تھیں، اس پر بھی اتنا لکھا کہ

''اگر یہ اقوال مرزا کی تحریروں میں اسی طرح ہیں تو وہ یقیناً کافر''۔ دیکھو رسالہ: ''**السوء والعقاب علی المسیح الکذاب**'' (۱۳۲۰ھ) صفحہ 18: ہاں، جب اس کی کتابیں بچشم خود دیکھیں، اس کے کافر مرتد ہونے کا قطعی حکم دیا''۔

(حاشیہ تمہید ایمان: فتاویٰ رضویہ: جلد 30: ص 356- جامعہ نظامیہ لاہور)

منقولہ بالا حاشیہ میں ہے کہ امام اہل سنت نے گنگوہی کا فتویٰ چھپا ہوا دیکھا تھا، لیکن وہ دوسروں نے چھاپا تھا، گویا کہ وہ نقل ہے، اسی لیے اس دیکھنے کو بھی سننے سے تعبیر فرمایا۔

جس میں گنگوہی کے مہر و دستخط تھے، اس کو دیکھا اور بار بار چھپنے پر بھی گنگوہی نے انکار نہ کیا۔ مختلف مقامات سے علمائے اہل سنت و جماعت تردید کرتے رہے۔ کلام کو کفریہ بتاتے رہے۔ ایسے قائل کو کافر بتاتے رہے، اور یہ سب کچھ دیکھ کر بھی گنگوہی نے خاموشی اختیار کی، تب احتمال ختم ہو گیا اور یقین حاصل ہو گیا، اس لئے امام اہل سنت نے کفر کا فتویٰ دیا۔

گنگوہی نے اپنے فتویٰ پر اکتفا نہ کیا، بلکہ اپنے شاگرد محمد حسن مراد آبادی کے نام سے "تقدیس القدیر" چھپوائی، اس میں لکھا: "گفتگو جواز وقوعی میں ہے، نہ کہ جواز امکانی میں"۔ (ص 79) اسی میں ہے۔ "جواز وقوعی میں بحث ہے"۔ (ص 78) مرتضیٰ حسن دربھنگوی نے اسی موضوع پر "اسکات المعتدی" لکھا۔ اس میں لکھا کہ "اکابر اشاعرہ بھی وقوع کذب الٰہی کے قائل تھے"۔ (ص 31) ان سب سے دیابنہ کا عقیدہ بالکل واضح ہو گیا۔

تکفیر سے قبل کفریہ عبارتوں کی خبر

تمہید ایمان کی عبارت سے واضح ہو گیا کہ احتمال بعید کے سبب آپ نے دیابنہ و قادیانی کی کتابیں دیکھنے سے قبل تکفیر کلامی نہیں فرمائی، ورنہ کفریہ عبارتوں کی خبر پہلے سے تھی۔

سرسید کی کتابیں پہلے دیکھ چکے تھے، لہٰذا ''المعتمد المستند'' سے قبل ہی دو رسالوں (امور عشرین و فتاوی الحرمین) میں تکفیر فرما چکے تھے، پھر المعتمد المستند میں تکفیر کا ذکر فرمایا۔

سرسید احمد خان علی گڑھی کے کفریات کا علم

(1) سال ۱۳۱۷ھ میں ''فتاوی الحرمین'' کی تصنیف ہوئی۔ اس کے سوال اول میں نیچریوں کے عقائد کا ذکر ہے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا جواب تحریر فرمایا، اور نیچریوں کے عقائد کو کفر اور ضروریات دین کا انکار قرار دیا۔ عبارت مندرجہ ذیل ہے:

(**وانما ھی من اخبث الکفرۃ المرتدین لانکارھا ضروریات الدین**)

(فتاویٰ الحرمین: سوال نمبر اول: ص 8- استنبول ترکی)

ترجمہ: یہ جماعت انکار ضروریات دین کے سبب خبیث ترین کفار و مرتدین میں سے ہے۔

قاسم نانوتوی کے کفریات کی خبر

(1) اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز نے سال ۱۳۱۶ھ میں ''**جزاء اللہ عدوہ بابائہ ختم النبوۃ**'' تحریر فرمائی۔ اس میں نانوتوی کی کفری عبارت کا ذکر کیا، اور آپ نے نانوتوی کو کفر ملعون کا موجد کہا۔ احتمال فی التکلم کے سبب متکلم پر حکم عائد نہیں فرمایا۔

نانوتوی کی عبارت نقل کرنے کے بعد مندرجہ ذیل عبارت نقل فرمائی:

''اس ملعون ناپاک شیطانی قول نے ختم نبوت کی کیسی جڑ کاٹ دی۔ خاتمیت محمدیہ علیٰ صاحبہا

الصلوٰۃ والتحیۃ کی وہ تاویل گڑھی کہ خاتمیت خود ہی ختم کر دی۔

صاف لکھ دیا کہ اگر حضور خاتم الانبیا علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والثنا کے زمانے میں، بلکہ حضور کے بعد بھی کوئی نبی پیدا ہو، تو ختم نبوت کے کچھ منافی نہیں۔ اللہ اللہ جس کفر ملعون کے موجد کو خود قرآن عظیم کا ''وخاتم النبیین'' فرمانا نافع نہ ہوا''۔

(جزاء اللہ عدوہ: فتاویٰ رضویہ: جلد 15: ص 713- جامعہ نظامیہ لاہور)

(2) المعتمد المستند سے قبل فتاویٰ الحرمین میں (سال ۱۳۱۷ھ) میں نانوتوی کے نبی جدید کے امکان وقوعی کے قول کو کفر بواح اور ضلالت لکھ چکے تھے۔

صریح لفظوں میں متکلم کو کافر نہ لکھنے کی وجہ وہی ہے کہ کتاب میں عبارت ابھی نہیں دیکھی تھیں تو احتمال فی التکلم کی وجہ سے صریح لفظوں میں متکلم کو کافر نہ لکھا۔

فتاویٰ الحرمین کی عبارت مندرجہ ذیل ہے:

(فتجویز نبی جدید بعدہ او معہ کفر بواح وضلال فی الدین)

(فتاوی الحرمین: ص 25- استنبول: ترکی)

ترجمہ: حضور اقدس ﷺ کے بعد یا ان کے عہد میں نبی جدید (کی آمد) کو جائز ماننا کھلا کفر اور دینی گمراہی ہے۔

گنگوہی وانبیٹھوی کے کفریات کی خبر

(1) براہین قاطعہ کی عبارت جو علم شیطان سے متعلق ہے، جس پر حسام الحرمین میں کفر کلامی کا حکم عائد کیا گیا، اس کا ذکر ''امور عشرین درامتیاز سنیین'' (فتاویٰ رضویہ: جلد 29 ص 616- جامعہ نظامیہ لاہور) میں ہے۔ یہ رسالہ ۱۳۱۸ھ میں تحریر کیا گیا۔

اسی رسالہ (امور عشرین) میں گنگوہی کے بارے میں احتمال فی التکلم کے سبب محض کلام کا حکم بیان فرمایا، اور کلام کو صریح ضلالت وتوہین نبوی قرار دیا گیا۔

چوں کہ ابھی تک براہین قاطعہ کو دیکھ نہ سکے تھے، اس لیے احتمال فی التکلم کے سبب متکلم کا حکم بیان نہیں فرمایا۔ بعض کو یہ وہم ہوا کہ امام اہل سنت نے گنگوہی کو محض گمراہ لکھا ہے۔ دراصل یہاں احتمال فی التکلم کے سبب متکلم کا حکم بیان نہیں کیا گیا، صرف کلام کا حکم بیان ہوا۔

بعض لوگ لفظ ضلالت سے غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ ضلالت کا لفظ ضلالت کفریہ اور ضلالت غیر کفریہ دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ کفر کو ضلالت کہنا مروج ہے۔

مسئلہ ختم نبوت میں وہابیہ اور دیابنہ کے مختلف قسم کے اقوال تھے۔ بعض پر حکم کفر عائد ہوتا تھا اور بعض پر نہیں، اس لیے امام اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ نے ''المعتمد المستند'' میں اس جگہ لفظ ''مبتدع وضال'' رقم فرمایا، تاکہ یہ لفظ گمراہوں کو بھی شامل رہے، اور مرتدین کو بھی۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ نے رقم فرمایا:

''ان سب اقوال کے لحاظ سے وہاں عام ''مبتدع ضال'' سے تعبیر کیا کہ بدعت مکفرہ کو بھی شامل ہے''۔ (فتاویٰ رضویہ: جلد ششم: ص 69- رضا اکیڈمی ممبئی)

امام اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ نے اسی فتویٰ میں رقم فرمایا:

"مبتدع ضال ایک لفظ عام ہے۔ کافر کو بھی شامل کہ بدعت دو قسم ہے۔ مکفرہ وغیر مکفرہ"۔

(فتاویٰ رضویہ: جلد ششم: ص 68- رضا اکیڈمی ممبئی)

امام اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ نے خود بھی فرمادیا کہ بدعت وضلالت کا لفظ عام ہے۔ کفر کو بھی شامل ہے۔ آپ نے ''المعتمد المستند'' میں ایسا استعمال بھی فرمایا، پس گنگوہی کے لیے استعمال شدہ لفظ ضلالت سے

ضلالت غیر کفریہ مراد لینا انصاف نہیں۔

جہاں کلام کفریہ ہوتو وہاں ضلالت کا معنی کفر ہے۔ مذکورہ بالا فتویٰ میں یہ بھی ہے کہ کفر پر حرام کا بھی اطلاق ہوتا ہے۔ کفر حلال نہیں، بلکہ حرام، اور شدید حرام ہے تو اسے ایک خاص لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے ۔قرینہ کے اعتبار سے مشترک لفظ کا معنی متعین کیا جاتا ہے۔

رسالہ: امور عشرین کی عبارت درج ذیل ہے:

امام اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ نے رقم فرمایا:

''شیطان کے علم کو معاذ اللہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم سے زائد وسیع تر ماننا جیسا کہ براہین قاطعہ گنگوہی میں ہے، صریح ضلالت وتوہین حضرت رسالت علیہ افضل الصلوٰۃ والتحیہ ہے''۔

(امور عشرین: فتاویٰ رضویہ: جلد 29: ص 616- جامعہ نظامیہ لاہور)

(2) براہین قاطعہ کی اسی عبارت کا ذکر رسالہ ''انباء المصطفی بحال سر و اخفی'' (فتاویٰ رضویہ: جلد 29 ص 507: جامعہ نظامیہ لاہور) میں ہے۔ یہ رسالہ بھی المعتمد المستند سے قبل ۱۳۱۸ھ میں تصنیف ہوا۔ اس میں امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے اس امر کو کفر قرار دیا اور ملک ہند میں احکام اسلامی کے عدم اجرا کا ذکر فرمایا۔

رسالہ: انباء المصطفیٰ کی عبارت مندرجہ ذیل ہے:

''وہ شخص جو شیطان کے علم ملعون کو علم اقدس حضور پرنور عالم ما کان وما یکون صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زائد کہے، اس کا جواب اس کفرستان ہند میں کیا ہوسکتا ہے۔ ان شاء اللہ القھار روز جزا وہ ناپاک ناہنجار اپنے کیفر کفری گفتار کو پہنچے گا: **وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون** ۔ یہاں اسی قدر کافی ہے کہ یہ ناپاک کلمہ صراحتاً محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عیب لگانا ہے، اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کو عیب لگانا کلمہ کفر نہ ہوا تو اور کیا کلمہ کفر ہوگا''۔

(انباء المصطفیٰ بحال سر واخفی- فتاویٰ رضویہ: جلد 29: ص 507: جامعہ نظامیہ لاہور)

منقولہ اقتباس میں صریح لفظوں میں صرف کلام کا حکم بیان ہوا کہ عیب لگانا کلمہ کفر نہیں تو اور کیا کلمہ کفر ہوگا۔ متکلم کے حکم سے مکمل خاموشی ہے۔ یہ احتمال فی التکلم کے سبب ہے۔

رفع احتمال کے لیے کتابوں میں عبارت دیکھنا

مذکورہ بالا اقتباسات وحقائق سے واضح ہوگیا کہ امام اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ نے دیوبندیوں کی کفریہ عبارتوں کو ان کے مؤلفین کی کتابوں میں نہ دیکھا تھا، لہٰذا آپ نے احتمال بعید کے سبب ان لوگوں پر کفر کلامی کا حکم نافذ نہ فرمایا۔

سرسید کی کفری عبارتوں کو پہلے دیکھ چکے تھے، لہٰذا ''المعتمد المستند'' سے قبل ہی اس کی تکفیر کلامی فرما چکے تھے، کیوں کہ وہاں احتمال فی التکلم بھی بالکل زائل ہو چکا تھا۔

''المعتمد المستند'' سے قبل سرسید کی تکفیر

(1) فتاویٰ الحرمین میں (سال ۱۳۱۷ھ) میں فرقہ نیچریہ کو کافر لکھ چکے تھے۔

(وانما ھی من اخبث الکفرۃ المرتدین لانکارھا ضروریات الدین)

(فتاویٰ الحرمین: ص 8- استنبول ترکی)

ترجمہ: یہ جماعت انکار ضروریات دین کے سبب خبیث ترین کفار ومرتدین میں سے ہے۔

(2) رسالہ: ''امور عشرین در امتیاز سنیین'' میں سرسید کی تکفیر ہے۔ یہ رسالہ ۱۳۱۸ھ میں تحریر کیا گیا ہے۔ عبارت درج ذیل ہے۔

''سرسید احمد خاں علی گڑھی اور اس کے متبعین سب کفار ہیں'' (فتاویٰ رضویہ: ۲۹/ ۶۱۵ جامعہ نظامیہ لاہور)

دیابنہ کی کتابیں حرمین طیبین لے جانا

امام اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ نے کتابوں کی اصل عبارتیں دکھانے کے واسطے علمائے حرمین طیبین کی خدمت میں دیابنہ کی کتابیں پیش کیں، اور گنگوہی کے فتوے کا فوٹو پیش کیا۔

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے تحریر فرمایا:

''ان لوگوں کی وہ کتابیں جن میں یہ کلمات کفریہ ہیں، مدتوں سے انہوں نے خود اپنی زندگی میں چھاپ کر شائع کیں، اور ان میں بعض دو دو بار چھپیں، مدتہامدت سے علمائے اہل سنت نے ان کے رد چھاپے، مواخذے کیے۔

وہ فتویٰ جس میں اللہ تعالیٰ کو صاف صاف کاذب، جھوٹا مانا ہے، اور جس کی اصل مہری دستخطی اس وقت تک محفوظ ہے، اور اس کے فوٹو بھی لیے گئے ہیں، جن میں سے ایک فوٹو کہ علمائے حرمین شریفین کو دکھانے کے لیے مع دیگر کتب دشنامیاں گیا تھا، سرکار مدینہ طیبہ میں بھی موجود ہے''۔

(تمہید ایمان: فتاویٰ رضویہ: جلد 30: ص 350-349- جامعہ نظامیہ لاہور)

کفریہ عقائد کا علم کب ہوا؟

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے حضرت علامہ عبد الباری فرنگی محلی کے مکتوب کے جواب میں نانوتوی وانبیٹھوی کی کفریہ عبارات سے لاعلمی کا ذکر کرتے ہوئے رقم فرمایا:

''میں کہتا ہوں کہ آپ کے اب وجد کو دیوبندیوں کے ان کفروں پر اطلاع نہ ہوئی ہوگی تو ان کا برتاؤ بعد ظہور امر کیا حجت رہا۔ ۱۳۰۷ھ تک کہ میں نے سبحان السبوح لکھا، خود مجھے ان کے کفروں پر اطلاع نہ تھی، لہٰذا جب تک ان پر صرف لزوم کفر لکھا''۔

(الطاری الداری: حصہ دوم: ص 84- حسنی پریس بریلی شریف)

مذکورہ بالا عبارت سے معلوم ہوا کہ ۱۳۰۷ھ تک کفریات کلامیہ کا علم نہیں تھا۔ اس کے بعد علم ہوا۔ صحیح وقت کا تعین مشکل ہے۔ جس سال تحذیر الناس اور براہین قاطعہ کی عبارت کفریہ نقل فرمارہے ہیں، اسی سال سے عبارتوں کا علم تسلیم کیا جائے۔ یہ عبارت کسی عالم کی کتاب سے نقل کی گئی ہوگی، پھر جب کتابیں دیکھیں تو احتمال فی التکلم ختم ہوگیا۔

سبحان السبوح میں امکان کذب کی بحث ہے۔ اسماعیل دہلوی نے رسالہ یک روزی میں امکان کذب کا قول کیا ہے۔ اسی طرح خلیل احمد انبیٹھوی نے براہین قاطعہ میں امکان کذب کا قول کیا۔ براہین قاطعہ کی عبارت جو امکان کذب سے متعلق تھی، سائل نے اسے نقل کر کے سوال کیا۔ جواب میں رسالہ: سبحان السبوح لکھا گیا۔

اس میں براہین قاطعہ اور اسماعیل دہلوی کے رسالہ یک روزی کی عبارتوں پر بحث ہے۔ امکان کذب کے قائلین کے لیے کفر فقہی کا حکم بیان کیا گیا ہے۔

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز کی عبارت ہے:

''میں نے سبحان السبوح لکھا، خود مجھے ان کے کفروں پر اطلاع نہ تھی، لہٰذا جب تک ان پر صرف لزوم کفر لکھا''۔ (الطاری الداری)

اس عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ جب کفریات فقہ کا علم ہوا، تب کفر فقہی کا حکم بیان کیا گیا۔ اس وقت کفریات کلامیہ کا علم نہیں تھا، پس تکفیر کلامی کی کوئی صورت نہیں تھی۔

کیا المعتمد المستند سے قبل کسی نے قائلین کا صریح حکم بیان کیا؟

المعتمد المستند سے پہلے کی کتابیں مثلاً ابطال اغلاط قاسمیہ، تقدیس الوکیل وغیرہ میں صرف کفریہ کلام کا حکم بیان کیا گیا ہے۔ صریح لفظوں میں قائلین کا حکم بیان نہیں کیا گیا۔

بہاول پور کے مناظرہ میں انبیٹھوی کوشکست ہوئی۔مناظرہ کے فیصل حضرت شاہ غلام فرید (۱۲۶۱ھ-۱۳۱۹ھ) رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ غلام دستگیر قصوری قدس سرہ العزیز کے حق میں فیصلہ دیا اور تحریر فرمایا کہ خلیل احمد انبیٹھوی وغیرہ وہابی ہیں اور اہل سنت و جماعت سے خارج ہیں۔اس فیصلہ کے بعد نواب بہاول پور نے خلیل احمد انبیٹھوی کو ریاست بہاول پور سے نکال دیا۔

جو مرتد ہوگا، وہ اہل سنت سے خارج بھی ہوگا۔فیصلہ میں وہابی اور خارج اہل سنت ہونے کا ذکر کیا گیا، تا کہ مومنین ایسوں کے شر و فساد سے محفوظ رہیں۔ابتدائی مرحلہ میں دیوبندیوں کے ساتھ ملاطفت اختیار کی گئی، تا کہ وہ لوگ اسلامی حکم کو قبول کر لیں۔

انڈیا اسلامی حکومت نہیں تھی کہ کسی مرتد کو قید و قتل کی سزا کا خوف ہو، اس لیے صریح حکم بیان کرنے سے پرہیز کیا گیا، تا کہ نرمی کے ساتھ ان کو ترغیب دی جائے۔

''**الکنایۃ ابلغ من التصریح**'' پر عمل ہوا۔عوام مسلمین کو ان لوگوں کی ضلالت و کفر سے محفوظ رکھنے کے لیے قول کا حکم بیان کیا گیا کہ یہ کفریہ کلام ہے۔ایسا کہنے والا کافر ہے۔قائل کی تکفیر کلامی شخصی صریح لفظوں میں نہ کی گئی، لیکن بطور کنایہ حکم شرعی بیان کر دیا گیا۔

ابتدائی مرحلہ میں قائلین کو صریح لفظوں میں کافر نہ کہنا

جب دیابنہ کی کفریہ تحریریں منظر عام پر آئیں تو ابتدائی مرحلہ میں علمائے کرام کو یہ شبہ ہوا کہ یہ کفریات کلامیہ ان لوگوں کے عقائد ہیں، یا لغزش کے سبب ایسا صادر ہو گیا۔

لغزش کے سبب اگر مفتی و مناظر و محقق و مباحث سے کچھ صادر ہو تو لغزش کا علم ہوتے ہی فوراً رجوع کرنا ہے، لیکن جب طواغیت اربعہ اپنی عبارتوں کی تاویل کرنے لگے۔ان عبارتوں پر مناظرہ کرنے لگے۔اپنی عبارتوں کی تاویل میں کتابیں لکھنے لگے، تب واضح ہو گیا کہ یہ ان کے عقائد ہیں۔لغزش کے سبب

ایسا صادر نہیں ہوا، بلکہ مخفی عقائد کا اظہار ہے۔

ابتدائی مرحلہ میں علمائے کرام نے صریح لفظوں میں کافر نہیں کہا، لیکن ان عبارتوں کو کفریہ بتایا اور ایسے قائل کو کافر بتایا۔یہ ظاہری بات ہے کہ کفریہ کلام کا قائل کافر ہوتا ہے، پس ان کفریات کے قائلین کافر ہوئے۔دراصل بطور کنایہ ان کو کافر کہا گیا اور کنایہ صریح سے زیادہ بلیغ ہوتا ہے۔علم بلاغت کا مشہور کلیہ ہے: (**الکنایۃ ابلغ من التصریح**)

صریح لفظوں میں کافر نہ کہنے کا ایک سبب یہ ہے کہ قائلین کو توبہ و رجوع کی طرف مائل کرنا مقصود تھا، لہٰذا نرمی اختیار کی گئی اور صریح لفظوں میں کافر نہیں کہا گیا اور حکم شرعی بیان کر دیا گیا کہ یہ قول کفریہ ہے۔حکم شرعی کی طرف متوجہ کرنے کے واسطے نرمی اختیار کی گئی۔

ارشاد الٰہی ہے: **ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ و الموعظۃ الحسنۃ** (سورہ نحل: آیت ۱۲۵)

ترجمہ: اپنے رب کی راہ کی طرف بلاؤ پکی تدبیر اور اچھی نصیحت سے۔(کنز الایمان)

کافر کو کافر اعتقاد کرنا ضروری ہے، اور کسی ضرورت شرعیہ کے سبب زبان سے کافر نہ کہے تو اس پر مواخذہ نہیں۔اس سے متعلق امام اہل سنت کا فتویٰ اخیر میں منقول ہے۔

علمائے اہل سنت و جماعت نے ابتدائی مرحلہ میں اکابر دیوبند کو صریح لفظوں میں اگرچہ کافر نہیں کہا، لیکن ان کے اقوال کو کفر و ضلالت اور ایسے قائل کو کافر ہی بتایا۔مسئلہ حاضرہ میں صریح لفظوں میں کافر نہ کہنے کے متعدد اسباب ہیں۔بعض اسباب مندرجہ ذیل ہیں۔

ابتدائی مرحلہ میں اکابر دیوبند کو کافر نہ کہنے کا سبب

(1) اگر ابتدائی مرحلہ میں علمائے حق نے قائلین کو صراحت کے ساتھ کافر نہیں کہا تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ ان قائلین کو مومن اعتقاد کرتے تھے۔جب قول کو کفریہ بتا رہے ہیں تو قائل کو مومن کیسے شمار

کریں گے۔ یہاں صریح لفظوں میں کافر کہنے سے پرہیز کیا گیا، تاکہ وہ لوگ توبہ کی طرف مائل ہو جائیں۔ ''الکنایۃ ابلغ من التصریح'' پر عمل کیا گیا۔

وہ لوگ تنہا نہیں تھے، بلکہ ان لوگوں کے ساتھ ان کے تلامذہ، مریدین اور معتقدین کی ایک بڑی تعداد تھی۔ اگر یہ لوگ توبہ ورجوع کر لیتے تو بہت سے لوگ ہدایت پا لیتے۔ جب وہ لوگ توبہ کی طرف بالکل مائل نہ ہوئے تو انجام کار قائلین کا صریح حکم شرعی بیان کرنا پڑا۔

صریح لفظوں میں قائل کو کافر نہ کہنے کی مثال موجود ہے۔ جو فقہا باب تکفیر میں مذہب متکلمین پر ہوتے ہیں، وہ کفر فقہی کی صورت میں قائل کو کافر نہیں کہتے ہیں، لیکن قائل کے لیے توبہ، تجدید ایمان اور تجدید نکاح کا حکم دیتے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ جب وہ کافر ہی نہیں ہوا، مومن ہی رہا تو نکاح پر کچھ اثر آیا ہی نہیں، پھر تجدید نکاح کا حکم کیوں؟ جب ایمان پر کچھ اثر آیا ہی نہیں تو تجدید ایمان کا حکم کیوں؟

دراصل جو فقہائے اسلام باب تکفیر میں مذہب متکلمین پر ہوتے ہیں، مثلاً امام ابن ہمام حنفی (صاحب فتح القدیر)۔ ایسے فقہا کفر فقہی کی صورت میں ملزم پر لفظ کافر کا اطلاق نہیں کرتے، لیکن چوں کہ فقیہ ہیں تو عملی احکام بیان کرنا ان کی ذمہ داری ہے، پس کافر فقہی کا جو حکم ہے، وہ بیان کرتے ہیں۔

اسی طرح ابتدائی مرحلہ میں بعض مرتدین کو صریح لفظوں میں کافر کہنے سے احتراز کیا جاتا ہے۔ اب اسلامی سلطنت نہیں کہ بادشاہ اسلام اس مجرم کو قید وقتل کرے، اور مجرم قید وقتل کے خوف سے غور وفکر کی طرف متوجہ ہو، پس ابتدائی مرحلہ میں ملاطفت کے ساتھ حکم شرعی کی تفہیم ہوتی ہے، اور ملزم کو اتباع شرع کی ترغیب دی جاتی ہے۔ قول کا حکم بیان کیا جاتا ہے، تاکہ عوام الناس اور دیگر لوگ اس کفر وضلالت میں مبتلا نہ ہو سکیں۔

(2) صریح لفظوں میں کافر نہ کہنے کا دوسرا سبب یہ ہے کہ جن لوگوں کو تواتر کے ساتھ وہ کفریہ کلمات موصول نہیں ہو سکے، وہ تکفیر نہیں کر سکتے تھے، کیوں کہ تکفیر کلامی کی شرط ہے کہ مفتی کو یقین بالمعنی الاخص خاص ہو جائے کہ اس ملزم نے ایسا کہا ہے۔ یقین کی دو ہی صورت تھی کہ مفتی کو تواتر کے ساتھ کفریہ کلام موصول ہو، یا مفتی نے خود ہی اسے ملزم سے سنا ہو۔

جن علمائے حق کو تواتر کے ساتھ وہ کفریہ کلمات نہیں مل سکے تو انہوں نے صرف کلام کا حکم بیان کیا کہ یہ کفریہ کلام ہے۔ قائل کا حکم بیان نہیں فرمایا۔ وہ قائل کو ابھی کافر نہیں کہہ سکتے تھے۔ نسبت جب تک یقینی نہ ہو جائے، اس وقت تک قائل کا حکم بیان نہیں کیا جا سکتا۔

نسبت یقینی نہ ہو تو صرف کلام کا حکم بیان کیا جائے گا کہ یہ کفریہ کلام ہے۔ ایسا کہنے والا کافر ہے۔ جس نے ایسا کہا، وہ کافر ہے۔ اگر اس نے ایسا کہا ہے تو کافر ہے۔

بعض علما نے ان کفریہ اقوال کو ضلالت وگمراہی لکھا تو ضلالت کا اطلاق ضلالت کفریہ وضلالت غیر کفریہ دونوں پر ہوتا ہے۔ بدعت کا اطلاق بھی بدعت کفریہ اور بدعت غیر کفریہ دونوں پر ہوتا ہے۔ محل استعمال کے اعتبار سے کسی معنی کا تعین ہوگا۔ جب کلام کفریہ ہو تو وہاں ضلالت وبدعت سے ضلالت کفریہ وبدعت کفریہ مراد ہوگی۔

الحاصل یہ ضروری ہے کہ کافر کو کافر اعتقاد کیا جائے۔ مسئلہ حاضرہ میں قوم کو ان کے کفر سے محفوظ رکھنے کے واسطے علمائے حق ان کفریہ اقوال کی قباحت وشناعت بیان فرماتے رہے۔ ان اقوال کو کفر وضلالت اور خلاف حق بتاتے رہے۔ اعتقاد اور افتا دو متغایر امر ہیں۔

جب ''المعتمد المستند'' میں حکم شرعی صادر ہو گیا۔ حرمین طیبین سے حسام الحرمین میں حکم کفر آنے کے بعد اس کی تشہیر بھی ہو گئی تو اب اشخاص اربعہ اور قادیانی کے کفریہ عقائد اور اس پر نافذ کردہ حکم کفر پر مطلع

ہو،اس کے لیے''من شک فی کفرہ و عذابہ فقد کفر'' کا حکم جاری کیا گیا۔جب مکمل تحقیق ہوچکی ،اور علمائے عرب وعجم نے تائید وتصدیق وتصویب فرمادی تو اشخاص اربعہ اور قادیانی کافر کلامی ہیں۔ کافر کلامی کو کافر ماننا ضروریات دین میں سے ہے۔

کافر کو کافر نہ کہنا کب کفر ہے؟

کافر کو کافر نہ کہنے سے متعلق فتاویٰ رضویہ سے ایک سوال وجواب مندرجہ ذیل ہے۔

سوال: کیا یہ حدیث ہے کہ کسی کافر کو بھی کافر نہیں کہنا چاہئے اور کیوں؟

اور اگر کسی نے علمائے دیوبند یا اور کسی کافر کو کافر کہا تو اس کے ذمہ کتنا گناہ ہوگا؟

جواب: یہ حدیث پر کافر پرستوں کا افترا ہے۔جس نے دیوبندیہ وغیرہم کفار کو کفار کہا،اس پر کوئی گناہ نہیں۔اللہ عزوجل نے کافر کو کافر کہنے کا حکم دیا:

(قل یایھا الکفرون) (اے نبی! فرمادیجئے اے کافرو!)

ہاں کافر ذمی کہ سلطنت اسلام میں مطیع الاسلام ہوکر رہتا ہے،اسے کافر کہہ کر پکارنا منع ہے۔اگر اسے ناگوار ہو۔درمختار میں ہے:

(شتم مسلم ذمیا عزر۔وفی القنیۃ قال لیھودی او مجوسی یا کافر یأثم ان شق علیہ)

(کسی مسلمان نے کسی ذمی کافر کو گالی دی تو اس پر تعزیر جاری کی جائے گی۔قنیہ میں ہے:کسی یہودی یا آتش پرست کو''اے کافر'' کہا تو کہنے والا گنہگار ہوگا،اگر اسے ناگوار گزرا۔ت)

یوں ہی غیر سلطنت اسلام میں جب کہ کافر کو''او کافر'' کہہ کر پکارنے میں مقدمہ چلتا ہو۔**(فانہ لا یحل لمسلم ان یذل نفسہ الا بضرورۃ شرعیۃ)** (تو کسی مسلمان کے لیے حلال نہیں کہ وہ اپنے آپ کو ذلیل کرے،مگر جب کہ کوئی شرعی مجبوری ہو۔ت)

مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ کافر کو کافر نہ جانے، یہ خود کفر ہے۔**(من شک فی عذابہ و کفرہ فقد کفر)** جس نے ان کے عذاب اور کفر میں شک کیا تو وہ بلاشبہ کافر ہوگیا۔ت)

اسی طرح جب کسی کافر کی نسبت پوچھا جائے کہ وہ کیسا ہے،اس وقت اس کا حکم واقعی بتانا واجب ہے ۔حدیث میں ہے:**(اترعون من ذکر الفاجر متی یعرفہ الناس اذکروا الفاجر بما فیہ یحذرہ الناس)** (کیا تم بدکار کا ذکر کرنے سے گھبراتے اور خوف رکھتے ہو تو پھر لوگ اسے کب پہنچائیں گے،لہٰذا بدکار کا ان برائیوں سے ذکر کرو جو اس میں موجود ہیں،تاکہ لوگ اس سے بچیں اور ہوشیار رہیں۔ت)

یہ کافر کہنا بطور دشنام نہیں ہوتا، بلکہ حکم شرعی کا بیان۔شرع مطہر میں کافر ہر غیر مسلم کا نام ہے۔**قال اللہ تعالٰی:(ھو الذی خلقکم فمنکم کافر و منکم مؤمن)**

(اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:اللہ وہی ہے جس نے تمھیں پیدا فرمایا،پھر کچھ تمھارے اندر کافر ہیں اور کچھ تمہارے اندر مومن ہیں۔ت)

سوال حکم کے وقت حکم کو چھپانا اگر یوں ہے کہ اسے یقیناً کافر جانتا ہے اور اسے کافر کہنا معیوب نہیں جانتا،مگر اپنی مصلحت کے سبب بچتا ہے تو صرف گنہگار ہے،جب کہ وہ مصلحت صحیحہ تا حد ضرورت شرعیہ نہ ہو،اور اگر واقعی کافر کو کافر کہنا معیوب وخلاف تہذیب جانتا ہے تو قرآن عظیم کو عیب لگاتا ہے اور قرآن عظیم کو عیب لگانا کفر ہے اور اسے کافر جانتا ہی نہیں تو خود اس کے کافر ہونے میں کیا کلام ہے کہ اس نے کفر کو کفر نہ جانا تو ضرور کفر کو اسلام جانا لعدم الواسطہ (کیوں کہ کفر اور اسلام کے درمیان کوئی واسطہ نہیں) تو اسلام کو کفر جانا۔

لان ما کان کفرا فضدہ الاسلام-فاذا جعلہ اسلاما فقد جعل ضدہ کفرا، لان الاسلام لایضادہ الا الکفر-والعیاذ باللہ تعالٰی

(اس لیے کہ جو کچھ کفر ہوتو اس اس کی ضد اسلام ہے، پھر جب کفر کو اسلام ٹھہرایا تو پھر اس کی ضد کفر ہوگی (یعنی اسلام کفر اور کفر اسلام ہوجائے گا) کیوں کہ اسلام کے مخالف صرف کفر ہے، اور اللہ تعالیٰ کی پناہ۔ت) (فتاویٰ رضویہ: جلدنہم: جزدوم: ص314- رضا اکیڈمی ممبئی) (فتاویٰ رضویہ: جلد21: ص 286-285- جامعہ نظامیہ لاہور)

المعتمد المستند کی تصنیف سے قبل بھی علمائے اہل سنت و جماعت ایسے اقوال کو کفریہ اور ایسے قائل کو کافر بتا رہے تھے۔ ان نفوس قدسیہ نے حکم شرعی کو عوام مسلمین کو بتایا۔ محض ناموں کی تصریح نہیں کی فلاں شخص کافر ہے، لیکن بطور کنایہ سب کچھ بتا دیا، اور شرعی مصلحت کے سبب نام بنام کافر نہ کہا، تاکہ اصحاب عبارات خود غور وفکر کر کے توبہ ورجوع کرلیں۔

واللہ تعالٰی اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب

وماتوفیقی الا باللہ العلی العظیم والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم وآلہ العظیم

﴿وہابیہ کی بے اعتدالی اور فرمانِ امام اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ﴾

شیطان کے طرق اغوا سے ایک بدتر طریقہ یہ بھی ہے کہ آدمی کو حسنات کے حیلہ سے ہلاک کرتا ہے۔ امر بالمعروف ونہی عن المنکر عمدہ تمغائے مسلمانی ہے۔ اس نیک کام میں بہت لوگ حدود خداوندی کا خیال نہیں رکھتے اور تشدد وتعصب کو یہاں تک نباہتے ہیں کہ ان کا گناہ ان جاہلوں کے گناہ سے بدرجہا زائد ہوجاتا ہے جن کے لئے یہ ناصح مشفق بنے تھے، اور یہ بلاحضراتِ وہابیہ میں بہت ہے ذرا ذرا سی بات کو کفر، شرک، بدعتِ ضلالت مخل اصل ایمان کہہ دیتے ہیں۔

(فتاویٰ رضویہ ج۱۱ ص۱۰۹)

قاری ظہور احمد فیضی کے عقائد ونظریات

مبلغ یورپ مفتی اورنگ زیب نقشبندی حفظہ اللہ

(قسط اوّل)

بسم اللہ الرحمن الرحیم، الحمد للہ وحدہ والصلوۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ

محترم قارئین! شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب تحفہ اثناعشریہ میں اہل تشیع حضرات کے کچھ مکائد کا ذکر فرمایا ہے۔ انہی میں سے ایک کید یہ بھی ذکر فرمایا کہ اہل تشیع حضرات اپنے نظریات کی تشہیر کے لئے تقیہ کی چادر اوڑھے اہل سنت کی صفوں میں وارد ہوجاتے ہیں اور قدم جما لینے کے بعد اپنے اصلی نظریات کو آہستہ آہستہ منظر عام پر لاتے ہیں اور اپنے معتقدین کے اذہان کے دریچوں پر نقش کر دیتے ہیں۔ دور حاضر میں ڈاکٹر طاہر القادری، ظہور فیضی اور مرزا محمد علی جیسے حضرات اسی گروہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ ذیل کے مضمون میں ہم ظہور فیضی صاحب کے نظریات کا احاطہ کریں گے۔ یہ بات اپنی جگہ اہمیت کی حامل ہے کہ موصوف کا اہل سنت میں کوئی مقام نہیں لیکن اصل مقصد موصوف کے سرپرست صاحبان کے متعلق اہل سنت کو آگاہ کرنا ہے، جو موصوف کے رافضیانہ نظریات کی آبیاری میں مشغول ہیں۔ خود موصوف مفتی محمد خان قادری کے متعلق لکھتے ہیں:

شرح خصائص علی کی اشاعت اولیٰ کے بعد بعض حقائق ناشناس لوگوں کی وجہ سے مجھ پر گونا گو مشکلات آپڑیں جو تا حال جاری ہیں۔۔ ایسے مشکل حالات میں کچھ حضرات نے کسی قسم کے سابقہ تعارف کے بغیر محض حب اہل بیت کے جذبہ صادقہ کے ساتھ مجھ عاجز کو مسلسل تعاون کا یقین دلایا اور مجھے تنہائی کے بھیانک تصور سے باہر نکالا۔ یہ ناکارہ ان سب کا اور شرح خصائص علی کے مقرظین ومبصرین کا تہہ دل سے شاد وممنون ہے۔ بالخصوص محقق العصر

حضرت علامہ مفتی محمد خان قادری ،علامہ خلیل الرحمان خان قادری دامت برکاتہم اور جملہ ارباب جامعہ اسلامیہ لاہور کا شکریہ ادا کرنا خود پر فرض سمجھتا ہوں، کیونکہ یہ حضرات اس وقت میرے معاون ومدد بنے جو میری شعوری زندگی کا مشکل ترین مرحلہ ہے۔(لطافت جسد مصطفیٰ ص ۲۰)

لیجئے یہ اقتباس اس بات کی وضاحت کے لئے کافی ہے کہ مفتی خان محمد قادری نے موصوف کی سرپرستی فرمائی ہے،اس لئے جناب کے نظریات اصل میں اپنے حامیان کے عقائد کی ترجمانی کرتے ہیں۔ہم اختصار کے ساتھ موصوف کے نظریات کے متعلق تفصیل قلمبند کئے دیتے ہیں۔

ائمہ کے منصوص من اللہ ہونے کا عقیدہ

موصوف لکھتے ہیں:

الغرض جس طرح انبیاء کرام علیہم السلام ازلاً منتخب ہوتے ہیں اسی طرح غیر انبیاء کرام میں بھی کچھ ہستیاں ازلاً منتخب ہوتی ہیں،جیسا کہ سیدہ ہاجرہ،سیدہ مریم،سیدین حسنین کریمین،اور سیدنا مرتضیٰ وزہرا علیہم السلام (صلح امام حسن ص 13)

قارئین! غیر نبی کے ازلا منتخب ہونے یا منصوص من اللہ ہونے کا عقیدہ یہ اہل تشیع کا ہے،

ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں:

''امامت کا مرتبہ جیسا کہ آپ کو معلوم ہوا منصب نبوت کے مثل ہے۔اگر امام لوگ اختیار کر سکتے تو نبی کو بھی اختیار کر سکتے ہیں اور یہ بالاتفاق باطل ہے۔ایضا عام بندوں کی مصلحتوں کے بارے میں امت کی ناقص عقل کب حکم کر سکتی ہے۔صاحب تدبیر عقلاء بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ کسی شہر یا حکومت کے انتظام کے لئے مقرر کرتے ہیں اور تھوڑی مدت میں ظاہر ہوتا ہے کہ غلطی کی ہے اور اس کو بدل دیتے ہیں لہٰذا عام مخلوق کی دین ودنیا کی ریاست وحکومت کے لئے لوگوں کی عقلیں کیونکر وفا کر سکتی ہیں۔ایضاً اس عہدہ کے لئے عصمت شرط ہے جیسا کہ معلوم

ہوگا اور کوئی شخص سوائے خدا تعالیٰ کے اس پر مطلع نہیں ہوسکتا۔اس بارے میں عقلی دلیلیں بہت ہیں۔جن کی گنجائش اس رسالہ میں نہیں ہے۔لیکن جو آیتیں اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ امام خدا کی جانب سے منصوب ہوتا ہے۔ان میں چند آیتوں کے ذکر، پر ہم اکتفاء کرتے ہیں''(حق الیقین ج ا ص ۴۶)

سید منظور حسین صاحب نقوی اپنا عقیدہ یوں تحریر کرتے ہیں:

''انبیاؑ ومرسلین کی طرح امام بھی منصوص وماموربن اللہ ہوتے ہیں''(تحفۃ العوام ص ۳۵)

استاد شیخ محمد رضا مظفر شیعہ حضرات کا ائمہ کے متعلق نظریہ یوں بیان کرتے ہیں:

''ہمارا عقیدہ ہے کہ نبوت کے منصب کی طرح امامت کا منصب بھی خدا کی جانب سے بندوں کے لئے ہوتا ہے اور امام کا یہ تقرر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا پچھلے امام کی زبان سے ہوتا ہے جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے یا پچھلے امام کی طرف سے مقرر ہوتا ہے۔اس معاملے میں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امام میں کوئی فرق نہیں ہے اور لوگ اس ذات کی نسبت کسی قسم کے اعتراض کا حق نہیں رکھتے جس کا تقرر خدا کی طرف سے انسانوں کی رہبری اور تربیت کے لئے ہوتا ہے''(مکتب تشیع ص ۱۱۴،جامعہ تعلیمات اسلامی پاکستان)

ان عبارات سے واضح ہوا کہ ائمہ کے منصوص من اللہ ہونے کا عقیدہ اہل تشیع کا ہے اور موصوف نے اسی عقیدے کا پرچار کیا ہے اور اپنی رافضیت کو عیاں کیا ہے۔

عقیدہ تفضیل کا انکار

موصوف کہتے ہیں:

اس عاجز کی دانست کے مطابق نبوت کے علاوہ اس حدیث میں سیدنا علی کے لیے ہر فضیلت

موجود ہے، حتیٰ کہ بالقوۃ خلیفہ بلافصل ہونے کی اہلیت بھی۔ (اس کی دلیل آئندہ صفحات میں آئے گی، ان شاء اللہ) کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے صرف نبوت کا استثنا فرمایا ہے اور نبوت کے علاوہ جو کوئی فضیلت متصور ہوسکتی ہے اس کی نفی نہیں فرمائی۔ نیز یہ عظمت اور اہلیت سیدنا علی کو دائمی طور پر عطا کر دی گئی اور نبی کریم کے غزوی تبوک سے لوٹنے کے بعد واپس نہیں لی گئی تھی (شرح خصائص علی ص299)

ایسے ہی لکھتے ہیں:

اس سے تو یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ترتیب خلافت، ترتیب اہلیت وافضلیت کو مستلزم نہیں ہے، بلکہ ترتیب خلافت میں خلفاء کرام کی وفات کی ترتیب کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ ایک مرتبہ آپ پھر حدیث شریف کو بغور پڑھ لیجئے آپ کو حدیث شریف میں مذکور تینوں حضرات کی اہلیت خلافت پر دلالت کرنے والے الفاظ میں کوئی واضح تفاوت نظر نہیں آئے گا۔ بلکہ مولیٰ کی شان میں وارد الفاظ میں **یاخذبکم الطریق المستقیم او ریقیمکم علی صراط مستقیم** میں زیادہ وزن نظر آئے گا (شرح خصائص علی ص348)

نیز:

اسلئے یہ کہنا بیجا نہیں ہوگا کہ جو ترتیب خلافت عملاً واقع ہوئی وہ ترتیب افضلیت کو لازم نہیں۔ آسان الفاظ میں یوں سمجھئے کہ ضروری نہیں کہ جو شخص بعد میں خلیفہ ہوا وہ پہلے والے سے مرتبہ میں کم تھا (شرح خصائص علی ص348)

اور احادیث ہی کی رو سے بنو ہاشم پوری انسانیت سے (ماسوا انبیاء کرام علیہم السلام کے) افضل ہیں۔ (شرح اسنی المطالب ص75)

اور بنو ہاشم سے اہل بیت افضل ہیں۔ اس تصور کو مدنظر رکھتے ہوئے بتلایئے کہ احدھما اکبر من الاخر کا کیا مطلب ہے اور اگر اہل بیت (جس میں مولیٰ علی بھی شامل ہیں) کی عظمت قرآن کریم کے برابر ہے تو پھر ہے کوئی جس کی ساری فضیلتیں اس فضیلت عظمیٰ کا مقابلہ کر سکیں ؟ (شرح اسنی المطالب ص75 مکتبہ باب العلم لاہور)

جب یہ خاندان مطلقاً روئے زمین کے تمام خاندانوں سے افضل ہے۔

(شرح اسنی المطالب ص72 مکتبہ باب العلم لاہور)

موصوف کی یہ ساری عبارات مسئلہ تفضیل کی نفی پہ دال ہیں، جبکہ یہ عقیدہ اہل سنت کے خلاف ہے اور اس کا قائل بدعتی اور اہل سنت سے خارج ہے۔ ہوسکتا ہے کہ کوئی صاحب ان عبارات کی تاویل کی جانب متوجہ ہوں، ہم موصوف کا صریح بیان درج کئے دیتے ہیں، جناب لکھتے ہیں:۔

محب اللہ، محبوب اللہ، امام اولیاء، سید الاتقیاء سیدنا ومرشدنا علی مرتضیٰ ہیں، اسلامی، ایمانی، علمی، جسمانی، ایقانی، عرفانی، حسبی اور نسبی جس زاویہ سے بھی دیکھا جائے اللہ نے انہیں ہر ہر جہت اور ہر ہر پہلو سے پوری امت پر فائق، افضل، اکمل برتر اور بہتر بنایا ہے۔

(الخلافۃ الباطنیۃ ص6، مکتبہ باب العلم، لاہور۔ پاکستان)

نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

شیعہ لوگ انہیں نبی کریم ﷺ کے علاوہ تمام انبیاء علیہم السلام سے افضل مانتے ہیں لیکن ہمارے نزدیک یہ درست نہیں، البتہ وہ بعد از انبیاء کرام علیہم السلام سب سے افضل ہیں اس لیے کہ اگلی پچھلی تمام امتوں کے اولیاء کرام کے روحانی مربی، مولیٰ اور مطلقاً سید الاولیاء وہی ہیں اور یہ کسی ذی شعور سے پہ مخفی نہیں کہ جس طرح روح جسم سے افضل ہوتی ہے اسی طرح روحانی خلیفہ سیاسی خلیفہ سے افضل ہوتا ہے۔ (الخلافۃ الباطنیۃ ص159، مکتبہ باب العلم، لاہور۔ پاکستان)

لہٰذا واضح ہوا کہ موصوف تفضیل علی کے قائل ہیں، جو اکابرین امت کے فتاویٰ جات کی روشنی میں اہل سنت سے خارج ہے۔

کیا افضلیت صدیق کا منکر اہل سنت سے خارج نہیں

ایسے ہی موصوف نے اس بات پر کافی زور لگایا ہے کہ اس عقیدہ کا منکر اہل سنت سے خارج نہیں، ہم موصوف کے دلائل کا تجزیہ بھی پیش کئے دیتے ہیں۔ موصوف اس نظریہ پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اگر واقعی ملا علی قاری کی یہی مراد ہے تو اس قول کی زد میں اہل سنت کے ایسے متعدد نامور ائمہ محدثین اور علماء آتے ہیں جنہوں نے مولیٰ علی کو شیخین (سیدنا ابوبکر وعمر) سے افضل کہا ہے، جبکہ کچھ حضرات نے اس سلسلے میں توقف وسکوت کو بہتر سمجھا ہے (شرح خصائص علی ص 551)

موصوف یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اگر تفضیل ابوبکر کے منکر کو اہل سنت سے خارج ومجرم قرار دیا جائے تو اس کی زد میں بہت سے لوگ آتے ہیں، اس بات کو دلیل سے مزین کرنے کے لئے موصوف نے علامہ ابن عبدالبر کا قول پیش کیا ہے، جو رقم طراز ہیں:

حضرات سلمان فارسی، ابوذر غفاری، مقداد، خباب، جابر، ابوسعید خدری اور زید بن ارقم سے روایت کی گئی ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ اول وہ شخص ہیں جو اسلام لائے، اور ان تمام حضرات نے انہیں کو دوسروں پر فضیلت دی (الاستیعاب ج3 ص198)

علامہ ابن عبدالبر کے اس قول کی وضاحت کرتے ہوئے امام اہل سنت مولانا امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ابن عبدالبر کا جو دوسرا قول بیان کیا گیا ہے کہ سات صحابہ حضرت علی کو افضل مانتے تھے اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ حضرات مطلقاً حضرت علی کو حضرت ابوبکر پر افضل مانتے تھے بلکہ وہ یا تو

حضرت علی کو پہلے اسلام لانے کی وجہ سے افضل کہتے تھے۔ یا ان کی مراد یہ تھی پہلے تین خلفاء کے بعد سب صحابہ سے آپ افضل تھے (مطلع القمرین بحوالہ جواہر التحقیق ص180)

مفتی نذیر سیالوی صاحب رقم طراز ہیں:

عبارت منقولہ کسی اشتباہ کا سبب اور موجب ہرگز نہیں ہے کیونکہ اس میں **فضلہ هولاء علی غیرہ**۔ ان حضرات نے حضرت علی کو ان کے ماسوا پر فضیلت دی ہے۔ تو وجہ فضیلت پہلے حصہ میں وضاحت کے ساتھ مذکور ہے۔ **ان علی ابن طالب اول من اسلم** کہ ان حضرات کے نزدیک حضرت علی کو قبول اسلام میں اولیت کا شرف حاصل ہے۔ تو اس سے خوب واضح ہے کہ قبول اسلام میں اولیت کا شرف پانے میں انہوں نے حضرت علی کو دوسروں پہ فضیلت دی ہے۔ اور یہ بات کسی وضاحت کی محتاج نہیں ہے کہ یہ فضیلت جزئیہ ہے لہٰذا ان حضرات کا یہ نظریہ حضرات ابوبکر وعمر فاروق کی افضلیت مطلقہ پر اجماع صحابہ کرام علیہم الرضوان کے منافی اور مخالف ہرگز نہیں (مناقب الخلفاء الراشدین ج2 ص48-49)

علامہ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ کے اسی قول پر کلام کرتے ہوئے شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اور کہتے ہیں کہ ابن عبدالبر کا کلام مقبول اور معتبر نہیں ہے۔ کیونکہ یہ شاذ روایت ہے۔ جو جمہور کے قول کے سامنے کوئی حیثیت نہیں۔ جمہور ائمہ نے اجماع پر فیصلہ کیا ہے۔

(تکمیل الایمان ص163)

خود علامہ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فَأَفْضَلُهُمْ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ عَلَى هَذَا جَمَاعَةُ عُلَمَاءِ الْمُسْلِمِينَ إِلَّا مَنْ شَذَّ

ترجمہ: غیر شیخین کی ان پر تفضیل کا قول شاذ ہے اور جمہور اہل علم بلا استثنا شیخین کی افضلیت کے

قائل ہیں۔(التمہید ج21 ص228، حدیث رابع عشر الابی النضر)

امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ جن کا حوالہ موصوف دے چکے ہیں، وہ علامہ ابن عبدالبر کے قول پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

تو اس کے جواب میں، میں کہتا ہوں کہ ابن عبدالبر سے جو یہ بات بیان کی گئی ہے کہ سلف نے ان کی فضیلت کے بارے میں اختلاف کیا ہے یہ ایک عجیب وغریب بات ہے اور وہ اس کے بیان میں ان لوگوں سے منفرد ہے جو اس سے حفظ واطلاع میں کہیں بڑھ کر ہیں۔ پس اس پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ اور یہ بات کیونکر درست ہوسکتی ہے جبکہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی فضیلت اور دوسرے صحابہ کرام پر ان کی تقدیم کے اجماع کی روایت کرنے والی اکابر ائمہ کی وہ جماعت ہے جس میں حضرت امام شافعی بھی شامل ہیں۔ جیسے کہ بیہقی نے ان سے بیان کیا ہے جن لوگوں نے ان میں سے اختلاف کیا ہے انہوں نے حضرت عثمان اور حضرت علی کے بارے میں اختلاف کیا ہے۔ اگر بطور تنزل تسلیم کرلیا جائے کہ ابن عبدالبر نے وہ بات یاد رکھی جسے کوئی دوسرا یاد نہیں رکھ سکا تو اس کا جواب یہ ہے کہ انہوں نے اس بات کے شاذ ہونے کی وجہ سے اس سے اعراض کیا ہے کیونکہ مخالف شذوذ پر جرح قدح نہیں کی جاتی یا اس خیال سے کہ یہ اجماع کے انعقاد کے بعد کی بات ہے جو مردود حیثیت کی حامل ہے۔

(الصواعق المحرقہ ص156)

اس کے بعد امام خطابی کا قول نقل کیا کہ بعض مشائخ نے فرمایا کہ حضرت علی افضل ہیں، اس جگہ موصوف نے الصواعق المحرقہ کو بھی بطور ماخذ ذکر کیا ہے، اس لئے ہم اس حوالہ سے بھی کچھ تفصیل عرض کئے دیتے ہیں۔ سب سے پہلی بات یہ ہے کہ یہاں مشائخ مجہول ہیں، دوئم جب اس پہ صحابہ کا اجماع ہے تو کسی اور

کے شاذ قول سے اجماع میں فرق نہیں پڑتا۔ دوئم اسی مقام پر علامہ ابن حجر نے اس قول کا جواب دیتے ہوئے واضح طور پر رقم کیا:

جسے خطابی نے اپنے بعض مشائخ سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر بہتر ہیں اور حضرت علی افضل لیکن ان میں سے بعض نے کہا ہے یہ تو گنجلک اور گڈ مڈ سا قول ہے کیونکہ بہتر ہونے کے معنی افضلیت کے سوا اور کچھ نہیں لیکن اگر حضرت ابوبکر کے بہتر ہونے سے یہ مراد ہو کہ آپ بعض پہلوؤں سے بہتر ہیں اور حضرت علی بعض دیگر پہلوؤں سے افضل ہیں تو اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے (الصواعق المحرقہ ص155)

اس کے بعد تاریخ دمشق کا حوالہ پیش کیا، جس میں ہے کہ:

سیدنا علی ابن ابی طالب رسول اللہ کے اصحاب پر سو مناقب کے ساتھ فضیلت رکھتے ہیں، تاہم مجھے حضرت عثمان ان سے زیادہ محبوب ہیں (تاریخ دمشق ج42 ص531)

ایسے اقوال کا جواب دیتے ہوئے قاضی ثناء اللہ پانی پتی لکھتے ہیں:

جمہور کے نظریہ کے برعکس سلف میں سے افضلیت کے بارے میں کسی کا قول ثابت ہو بھی جائے، اسے جزئی فضیلت پر محمول کیا جائے گا ((السیف المسلول ص435)

پھر اس قول میں افضلیت کو حضرت علی وعثمان پر بھی حمل کیا جا سکتا ہے، جیسا کہ یہاں حضرت عثمان کی محبت کا ذکر ہمارے موقف کی تائید کرتا ہے۔ اس کے بعد شاہ ولی اللہ صاحب کا ذکر کیا، جبکہ وہ دوٹوک لکھتے ہیں:

اور حضرت ابوبکر صدیق جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب لوگوں سے افضل ہیں۔

(العقیدۃ الحسنہ ص95)

موصوف نے اس سلسلہ میں اعلیٰ حضرت کی عبارت بھی پیش کی، جس پر سوائے اظہار افسوس کے اور کچھ نہیں کیا جا سکتا، اعلیٰ حضرت کا دوٹوک موقف یہی ہے کہ اس عقیدہ کا منکر تفضیلی ہے، اہل سنت سے خارج ہے۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے بھی تفضیلی حضرات کو شیعہ میں شمار کیا ہے۔ (السیف المسلول ص ۲۲) ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس عقیدہ کے حامل شخص پہ غالی شیعہ اور رافضی ہونے کا اطلاق کیا۔ (تہذیب التہذیب ج 1 ص 94، ہدی الساری ج 2 ص 240) امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس عقیدہ کے قائل کو رافضی اور اس عقیدہ کو خبیث قرار دیا۔ (الحاوی للفتاویٰ ج 1 ص 318) شامی اور عالمگیری میں اسے بدعتی شمار کیا گیا۔ (فتاویٰ شامی ج 1 ص 360) ائمہ اہل سنت نے حضرت ابوبکر کی تفضیل کو اہل سنت کی پہچان اور علامت قرار دیا۔ (مرقاۃ ج 2 ص 77، تکمیل الایمان ص 87، شرح عقائد نسفی ص 150، نبراس ص 302) الحاصل یہ حضرات بدعتی ہیں، اہل سنت سے خارج ہیں اور ان کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔ (کنز الدقائق ص 82، فتاویٰ رضویہ ج 4 ص 53، فتاویٰ نوریہ ج 1 ص 320)

☆☆☆.....جاری ہے.....☆☆☆

﴿امام اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ سے انبیا علیہم السلام کے علوم غیب کی وضاحت﴾

انبیا و مرسلین و ملائکہ و مقربین سب کے علوم مل کر علومِ الٰہیہ سے وہ نسبت نہیں رکھ سکتے جو کروڑہا کروڑ سمندروں سے ایک ذرا سی بوند کے کروڑویں حصہ کو کہ وہ تمام سمندر اور یہ بوند کا کروڑواں حصہ دونوں متناہی ہیں، اور متناہی کو متناہی سے نسبت ضرور ہے بخلاف علومِ الٰہیہ کہ غیر متناہی در غیر متناہی در غیر متناہی، اور مخلوق کے علوم اگرچہ عرش و فرش، شرق و غرب و جملہ کائنات از روزِ اوّل تا روزِ آخر کو محیط ہو جائیں آخر متناہی ہیں کہ عرش و فرش دو حدیں ہیں۔ روزِ اوّل و روزِ آخر دو حدیں ہیں، اور جو کچھ دو حدوں کے اندر ہو سب متناہی ہے۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۹ ص ۴۵۰، ۴۵۱ جامعہ نظامیہ لاہور)

علمائے دیوبند اور میلاد پر کھانے پکا کر ایصال ثواب کرنا

مولانا احمد رضا قادری رضوی حفظہ اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم، نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد!

حضرات گرامی! علمائے دیوبند نے یہ تسلیم کیا ہے کہ میلاد شریف کے موقع پر کھانے پکا کر کھلانا اور ایصال ثواب کرنا درست ہے۔ چنانچہ پہلے آپ چند حوالے ملاحظہ فرمائیں اور اس کے بعد اس پر تبصرہ پڑھیں۔

میلاد کے موقع پر کھانا پکا کر تقسیم کرنا

علمائے دیوبند کا حوالہ اور اس پر تبصرہ

(1).....شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جن کو علمائے دیوبند اپنا بزرگ مانتے ہیں یہی شاہ صاحب اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں کہ

وبرکۃ ربیع الأول بمولد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فیہ ابتداء وبنشر برکاتہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی الأمۃ حسب مایبلغ علیہ من ھدایا الصلوٰۃ والإطعامات معا۔

اور ماہِ ربیع الاول کی برکت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میلاد شریف کی وجہ سے ہے۔ جتنا اُمت کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں ہدیۂ درود و سلام اور طعاموں کا نذرانہ پیش کیا جائے اُتنا ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکتوں کا اُن پر نزول ہوتا ہے۔ (فتاویٰ عزیزی فارسی: ج 1 ص 163)

ممکن ہے کہ دیوبندی حضرات فتاوی عزیزی کی عبارت کو الحاقی کہہ کر جان چھڑائیں، اس کی تائید کے لئے ہم شاہ عبد الرحیم دہلوی اور شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہم کا حوالہ پیش کرتے ہیں۔

(2).....حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اپنے والد گرامی (حضرت شاہ عبد الرحیم دہلوی رحمۃ اللہ علیہم 1054:-1131ھ) کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ

اخبر نی سیدی و الدی قال کنت أصنع فی أیام المولد طعاماً صلة بالنبی ﷺ، فلم یفتح لی سنة من السنین شیء أصنع به طعاماً، فلم أجد إلا حمصًا مقلیا فقسمته بین الناس، فرأیته صلی الله علیه و آله وسلم وبین یدیه هذا الحمص متبهجاً بشاشا

(اس کا ترجمہ خود دیوبندیوں نے یہ کیا) ''مجھے میرے والد بزرگوار نے خبر دی کہ **میں ایام مولود میں کھانا پکواتا تھا**، حضور اکرم ﷺ کو ثواب پہنچانے کی نیت سے **تو ایسا ہوا ایک سال میرے پاس کچھ نہ تھا میں کھانا پکواتا بجز بھنے چنوں کے**، میں نے اسی کو لوگوں میں تقسیم کر دیا۔ پھر میں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں ہشاش بشاش دیکھا اور چنے آپ کے سامنے رکھے تھے۔ (تالیفات رشیدیہ حاشیہ: ص ۱۳۰، الدر الثمین فی مبشرات النبی الأمین ﷺ 40)

یہاں یہ واضح ہے کہ یہ کھانے خاص ایام مولود کے موقع پر پکائے جاتے اور اس کا مقصد نہ صرف ایصال ثواب ہوتا بلکہ حصول برکت کے لئے پکائے جاتے۔

(3).....علمائے دیوبند کے رشید احمد گنگوہی صاحب سے یہی "الدر الثمین فی مبشرات النبی الامین" والی عبارت لکھ کر پوچھا گیا تو رشید احمد گنگوہی فتاویٰ رشیدیہ، تالیفات رشیدیہ میں کہتے ہیں کہ

''**ایصال ثواب** ہر روز درست اور موجبِ ثواب ہے کوئی تاریخ و وقت شرع سے موقت نہیں **روز ولادت اور روز وفات بھی درست** ہے پس اگر کسی دن کو ضروری نہ جانے بلکہ مثل دیگر ایام کے جانے ایصال ثواب میں اور عوام کو بھی اس طرح ایصال ثواب میں ضرر نہ ہو **تو کچھ حرج نہیں سب کے نزدیک درست ہے**، پس شاہ عبدالرحیم صاحب کا یہ فعل ایسا ہی تھا تو اس سے کوئی حجت نہیں لا سکتا اپنے بدعت زمانہ پر اور **پھر وہ طعام ایصال ثواب کا تھا کہ صلة بالنبی کا لفظ موجود ہے.....**'' (فتاوی رشیدیہ: ۱۳۶، تالیفات رشیدیہ: ص ۱۳۰)

قارئین کرام! دیکھئے شاہ عبدالرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے میں ''**کنت أصنع فی أیام المولد**

طعاماً صلة بالنبی ﷺ'' جس کا ترجمہ بھی خود علمائے دیوبند نے یہ کیا کہ ''میں ایام مولود میں کھانا پکواتا تھا، حضور اکرم ﷺ کو ثواب پہنچانے کی نیت سے'' تو یہ عبارت بالکل واضح ہے کہ حضرت شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ ایام مولود (ولادت کے دنوں، یعنی ربیع الاول میں) نبی پاک ﷺ کے ایصال ثواب کے لئے کھانا پکواتے اور لوگوں میں تقسیم کرتے۔ علمائے دیوبند کے امام رشید احمد گنگوہی نے اس عبارت کے بارے میں یہ اقرار کیا کہ ایام مولود میں پکائے جانے والا ''وہ طعام ایصال ثواب کا تھا'' اور یہ فتوی بھی دیا کہ اس ایام میلاد کے دنوں میں ایسا کھانا پکا کر نبی پاک ﷺ کو ایصال ثواب کرنے میں ''کچھ حرج نہیں'' اس عمل کو سب کے نزدیک درست قرار دیا۔

مخالفین و منکرین اپنے پہلے اصول سے بدعتی

قارئین کرام! آپ نے اوپر شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور سب سے بڑھ کر رشید احمد گنگوہی کا فتویٰ ملاحظہ فرمایا جس میں میلاد شریف کی نسبت سے کھانا پکا کر نبی پاک ﷺ کو ایصال ثواب کرنے کو درست (جائز) کہا گیا ہے۔ اب آیئے دیکھئے کہ یہ حضرات بالخصوص دیوبندی امام رشید احمد گنگوہی خود دیوبندیوں کے اصول و ضوابط کے مطابق بدعتی قرار پاتے ہیں۔

چنانچہ علمائے دیوبند کے امام سرفراز صفدر دیوبندی لکھتے ہیں کہ

''دیکھنا یہ ہے کہ کیا ربیع الاول کی بارہویں تاریخ کو مقرر کر کے اس میں میلاد منانا، محفل اور مجلس منعقد کرنا، جلوس نکالنا یا اسی دن کو مخصوص کر کے فقراء اور مساکین کو کھانا کھلانا، وغیرہ آنحضرت ﷺ اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اہل خیر القرون سے ثابت ہے؟ اگر ثابت ہے تو کسی مسلمان کو اس میں پس و پیش کرنے کا ہرگز حق حاصل نہیں کیونکہ جو کچھ انہوں نے فعلاً یا ترکاً کیا، وہی دین ہے اور اس کی مخالفت بے دینی'' (راہ سنت: ص ۱۶۰)

اب ہم اسی دیوبندی اصول کے مطابق مخالفین سے کہتے ہیں کہ وہ خیر القرون سے یہ ثابت کریں کہ ایام میلاد میں کھانا پکا کر نبی پاک ﷺ کو ایصال ثواب کیا گیا تھا۔

چلیں ایام میلاد کو بھی چھوڑیں یہی ثابت کر دیں کہ خیر القرون میں خاص میلاد شریف کی نسبت سے کھانا پکا کر لوگوں میں تقسیم کر کے نبی پاک ﷺ کو ایصال ثواب کیا گیا ہو۔ اگر دیوبندی حضرات یہ ثابت کر دیں تو ان کے امام رشید احمد گنگوہی (اور شاہ عبدالرحیم، شاہ ولی اللہ، شاہ عبدالعزیز) ان فتوؤں سے بچ جائیں گے اور اگر نہ ثابت کر سکیں تو دیابنہ کے انہی فتوؤں سے رشید احمد گنگوہی (اور شاہ عبدالرحیم، شاہ ولی اللہ، شاہ عبدالعزیز) سب بدعتی، جہنمی اور حرام کے مرتکب، دین کے مخالف اور بے دین قرار پائیں گے۔

مخالفین ومنکرین اپنے دوسرے اصول سے بدعتی

یہاں پر تو علمائے دیوبند نے ''کھانا پکا کر نبی پاک ایصال کو ایصال ثواب کرنے'' کو درست (جائز) قرار دیا، اس عمل کو قبول کیا لیکن دوسری طرف خود ہی یہ اصول بیان کیا کہ جو کام نبی پاک ﷺ سے ثابت نہیں وہ حرام ہے۔ چنانچہ ایک روایت بیان کرنے کے بعد علمائے دیوبند کے امام سرفراز صفدر صاحب لکھتے ہیں کہ

''حضرت علیؓ نے اس منع کی دلیل صرف یہ پیش کی ہے کہ اور میں بالیقین جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کسی فعل پر ثواب نہ دیگا جب تک آنحضرت ﷺ نے اس کو نہ کیا ہو یا اس کی ترغیب نہ دی ہو۔ (راہ سنت: ص ۱۴۰)

''جب آپ [ﷺ] نے نہ خود کیا نہ کسی کو ترغیب دی، تو معلوم ہوا کہ اس میں کوئی بھلائی نہیں، بلکہ وہ بدعتِ قبیحہ سئیہ ہے'' (راہ سنت: ص ۶۷)

''آنحضرت ﷺ نے اگر کسی کام کو نہیں کیا اور کرنے کی ترغیب بھی نہیں دی تو وہ کام بدعت

قبیحہ اور بدعتِ سیئہ ہوگی'' (راہ سنت: ۶۷)

جب علمائے دیوبند کہ نزدیک یہی حق ہے تو پھر اسی دیوبندی اصول سے خود شاہ عبدالرحیم، شاہ عبدالعزیز اور رشید احمد گنگوہی بدعتی قرار پائے کیونکہ انہوں نے ایک ایسا عمل کیا اور اس کو درست و جائز کہا جس کو نبی پاک ﷺ نے نہیں کیا اور نہ اس کی ترغیب دی۔

مخالفین ومنکرین اپنے تیسرے اصول سے بدعتی

دیوبندی امام سرفراز صفدر صاحب لکھتے ہیں کہ

''جو کچھ انہوں (نبی پاک ﷺ، صحابہ، اہل خیر القرون) نے فعلاً یا ترکاً کیا وہی دین ہے اور اس کی مخالفت بے دینی'' (راہ سنت: باب ہفتم ص ۱۶۰)

یہی سرفراز صفدر دیوبندی صاحب لکھتے ہیں کہ

''دین صرف وہی ہے جو ان حضرات (خیر القرون) سے ثابت ہوا ہے''

(درود شریف پڑھنے کا شرعی طریقہ: ص ۶)

معلوم ہوا کہ علمائے دیوبند کے مطابق دین صرف وہی ہے جو کہ خیر القرون سے ثابت ہے اب اس کے بعد جو کوئی بھی ایسا عمل کرے گا جو خیر القرون سے ثابت نہیں تو وہ بے دینی ہے، دین کی مخالفت ہے، بدعت وحرام ہے۔ اب ہم علمائے دیابنہ سے کہتے ہیں کہ اپنے اسی اصول کے مطابق خیر القرون سے یہ ثابت کریں کہ ایام میلاد میں کھانا پکا کر ایصال ثواب نبی پاک ﷺ کو کیا گیا ہو، اگر علمائے دیوبند یہ ثابت کر دیں تو پھر ان کے اکابرین بالخصوص رشید احمد گنگوہی بدعت، بے دینی اور حرام کے مرتکب نہیں ہوئے لیکن اگر دیابنہ خیر القرون سے یہ عمل ثابت نہ کر سکیں تو پھر دیابنہ کے اپنے ہی اصول سے نہ صرف رشید احمد گنگوہی بلکہ شاہ عبدالرحیم، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہما بھی ان فتوؤں کی زد میں آئیں گے۔

مخالفین ومنکرین اپنے چوتھے اصول سے بدعتی

یہی سرفراز صفدر دیوبندی صاحب لکھتے ہیں کہ

''یہ یاد رہے کہ جس طرح کسی ثابت شدہ چیز کا کرنا اپنے مقام پر سنت ہے اسی طرح غیر ثابت شدہ چیز کا ترک اور نہ کرنا بھی اپنی جگہ اور اپنے محل میں سنت ہے''

(درود شریف پڑھنے کا شرعی طریقہ: ص ۵۳)

دیوبندی امام سرفراز صفدر صاحب لکھتے ہیں

''ان تمام عبارات سے یہ بات بالکل واضح ہوگئی ہے کہ باوجود محرک اور سبب کے آنحضرت ﷺ کا کسی کام کو نہ کرنا ایسا ہی سنت ہے جیسا کہ آپ کا کسی کام کو کرنا سنت ہے اور جو شخص آپ کی اس سنت پر عمل نہیں کرتا وہ محدثین کرامؒ کی تصریح کے مطابق بدعتی ہوگا اور یہی کچھ ہم کہنا چاہتے ہیں'' (راہ سنت: ص ۹۳)

اس دیوبندی اصول سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی کام حضور ﷺ نے نہیں کیا تو وہ نہ کرنا بھی سنت ہے۔ اب ہم علمائے دیوبند سے پوچھتے ہیں کہ کیا حضور ﷺ نے پوری زندگی میں کبھی ایک مرتبہ بھی اپنی ولادت کی خوشی میں ثواب کی نیت سے کھانا کھلایا یا خاص اس مقصد سے لوگوں کو کھانا کھلانے کی تعلیم دی ؟ اگر حضور ﷺ نے ایسا عمل نہیں کیا تو مذکورہ دیوبندی اصول سے ایسا عمل نہ کرنا سنت ٹھہرا، اور اس سنت کی مخالفت کر کے (یعنی کھانا پکا کر ایصال ثواب کرنے کے عمل کو جائز کہہ کر) دیوبندی امام رشید احمد گنگوہی اور اس کے علاوہ شاہ عبدالرحیم وشاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہما بدعتی ٹھہرے۔

مخالفین ومنکرین اپنے پانچویں اصول سے بدعتی

اسی طرح سرفراز صفدر دیوبندی کہتے ہیں کہ

''حضرات فقہاء احناف اس کو **مکروہ بھی کہتے ہیں اور بدعت بھی**۔ اور دلیل صرف اتنی ہی پیش کرتے ہیں کہ **آنحضرت ﷺ اور حضرات صحابہ کرامؓ وتابعین سے منقول نہیں**.....ان عبارات میں حضرات صحابہ کرامؓ اور تابعین کا خصوصیت سے حضرات فقہاء احناف نے ذکر کیا ہے کہ **چونکہ یہ کام حضرات صحابہ کرامؓ اور تابعین سے منقول نہیں لہذا بدعت ہے**''

(راہ سنت ص ۹۷، ۹۸)

دیوبندی امام سرفراز صفدر صاحب کے اس اصول سے واضح ہوا کہ جو کام نبی پاک ﷺ یا صحابہ و تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین نے نہیں کیا یا آپ حضرات سے منقول نہ ہوا ہو وہ بدعت ضلالہ ہے۔ تو اب دیانہ بتائیں کہ جس عمل کو شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ نے کیا، شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا اور دیوبندی امام رشید احمد گنگوہی نے اس کو درست (جائز) کہہ کر قبول کیا، کیا وہ عمل ''**آنحضرت ﷺ اور حضرات صحابہ کرام و تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین سے منقول ہے؟**'' اگر منقول ہے تو دیوبندی حضرات وہ حوالے پیش کریں اور اگر منقول نہیں تو دیوبندیوں کے اس اصول سے شاہ عبدالرحیم، شاہ ولی اللہ اور رشید احمد گنگوہی (دیوبندی امام) بدعتی وگمراہ ٹھہرے۔

مخالفین ومنکرین اپنے چھٹے اصول سے بدعتی

دیوبندی سرفراز صفدر صاحب لکھتے ہیں کہ

''جو کچھ انہوں نے فعلاً یا ترکاً کیا، وہی دین ہے اور اس کی مخالفت بے دینی ہے، تیئس (۲۳) سال آپ بعد از نبوت قوم میں زندہ رہے پھر تیس (۳۰) سال خلافتِ راشدہ کے گزرے ہیں اور پھر ایک سو دس ہجری تک حضرات صحابہ کرامؓ کا دور رہا۔ کم وبیش دو سو بیس برس تک اتباعِ تابعین کا زمانہ تھا.....اگر فریق مخالف ہمت کر کے ان سے (مذکورہ عمل) ثابت کر دیں

.....لیکن فریق مخالف خیر القرون سے اس کا ثبوت پیش نہیں کر سکتے تو سوال یہ ہے کہ باوجود محرک اور سبب کے یہ مبارک کام اور کارِ ثواب اس وقت کیوں نہ ہوا اور آج یہ کیسے کارِ ثواب (اور جائز) اور مبارک ہو گیا، بس صرف اسی ایک نقطہ پر نگاہ جما کر دوٹوک فیصلہ کرنا چاہیے۔

ملخصاً (راہ سنت: ص ۱۶۰، ۱۶۱)

اب ہم اسی اصول کے مطابق مخالفین سے کہتے ہیں کہ

تیئس (۲۳) سال آپ ﷺ بعد از اعلانِ نبوت قوم میں زندہ رہے دیوبندی ہمت کریں اور آپ ﷺ سے یہ ثابت کر دیں کہ میلاد شریف کی نسبت سے انہوں نے کھانا پکا کر تقسیم کیا ہو۔

پھر تیس (۳۰) سال خلافتِ راشدہ کے گزرے ہیں تو دیوبندی ہمت کریں اور خلافت راشدہ سے یہ ثابت کر دیں کہ میلاد شریف کی نسبت سے انہوں نے کھانا پکا کر نبی پاک ﷺ کو ایصال ثواب کیا ہو۔

اور پھر ایک سو دس ہجری تک حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا دور رہا۔ کم وبیش دو سو بیس برس تک اتباعِ تابعین کا زمانہ تھا.....تو دیوبندی ہمت کریں اور صحابہ کرام یا تابعین یا اتباعِ تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین سے یہ ثابت کر دیں کہ میلاد شریف کی نسبت سے انہوں نے کھانا پکا کر نبی پاک ﷺ کو ایصال ثواب کیا ہو۔

ایک ممکنہ تاویل کا ازالہ

تاویل.....: ممکن ہے کہ کوئی دیوبندی یہ کہہ دے کہ یہ خواب کا معاملہ ہے جو حجت نہیں۔

ازالہ.....: اس کے جواب میں یہ عرض ہے کہ گنگوہی صاحب نے شاہ عبدالرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اس خواب والے حوالے کو قبول کر کے یہ فتویٰ دیا کہ ایسا عمل کرنے میں کچھ حرج نہیں، ایسا عمل سب کے نزدیک درست (جائز) ہے لہٰذا منکرین کی تاویل ہرگز فائدہ مند نہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ خود اشرفعلی تھانوی صاحب نے عام دیوبندیوں کے خواب میلاد کے خلاف پیش کیے۔ (مواعظ میلاد: السرور: ص

۷۳) لہٰذا جب ممانعت پر خواب پیش کیے جا سکتے ہیں تو تائید پر کیوں نہیں؟ پھر تھانوی صاحب نے ان خوابوں کے بارے میں خود لکھا کہ ''یہ تو محض تائید اور مزید اطمینان کے لئے لکھ دیا ہے'' (مواعظ میلاد: السرور: ص ۷۳) تو معلوم ہوا کہ خواب بطور تائید علمائے دیوبند کے مطابق پیش کیے جا سکتے ہیں۔ چوتھی بات یہ ہے کہ خود علمائے دیوبند نے اپنے فتاویٰ جات اور کتب میں کھانا پکا کر ایصال ثواب کرنے کو جائز لکھا لہٰذا دیوبندی حضرات ایسے حوالوں سے جان چھڑانے کا خواب نہ ہی دیکھیں۔

میلاد کے موقع پر صدقات وخیرات، ذکر واذکار

علمائے دیوبند کا حوالہ اور اس پر تبصرہ

دیوبندی الیاس گھمن گروپ کے ابو ایوب دیوبندی اینڈ کمپنی نے نبی پاک ﷺ کی ولادت با سعادت پر خوشی منانے کے بارے میں اپنا دعویٰ یہ لکھا ہے کہ

''ہم اہل السنۃ والجماعۃ حنفی دیوبندی حیاتی نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت پر خوشی منانا **بغیر قیود والتزام صدقہ خیرات** کرنا، روزہ رکھنا، **نوافل پڑھنا، درود پڑھنا، وغیرہ امور سے آپ [ﷺ] کی روح مبارک کو ایصال ثواب کرنا باعث اجر وثواب ہے** اور اس میں کسی مسلمان کو اختلاف کی گنجائش نہیں'' (روئیداد مناظرہ کوہاٹ: ص ۳۶، ۳۷)

اس حوالہ میں دیوبندیوں نے بغیر قیود والتزام کے نبی پاک ﷺ کی ولادت باسعادت پر خوشی منانا، صدقہ وخیرات کرنا، روزہ رکھنا، نوافل پڑھنا، درود پڑھنا اور آپ ﷺ کی روح مبارک کو ایصال ثواب (ان کاموں کو) باعث اجر وثواب کہا ہے۔ لیکن انہی کے دیوبندی امام سرفراز صفدر صاحب لکھتے ہیں کہ

''**اپنی مرضی اور خواہش سے کسی چیز کو کارِ ثواب اور کارِ عتاب کہنے والا گویا دراصل اپنے لئے**

منصب الوہیت اور رسالت تجویز کرتا ہے" (راہ سنت: ص ۶۹)

تو اب علمائے دیوبند مذکورہ عمل کا کار ثواب ہونا قرآن وسنت سے ثابت کریں ورنہ سرفراز صفدر دیوبندی کے اس فتوے سے دیوبندی علماء منصب الوہیت اور رسالت کے مدعی ٹھہرے۔ معاذ اللہ۔

پھر ہم دیابنہ کے دیگر اصول وضوابط کے مطابق دیوبندی علماء سے پوچھتے ہیں کہ کیا خیر القرون میں یہی سب کام (نبی پاک ﷺ کی ولادت باسعادت پر خوشی منانا، صدقہ وخیرات کرنا، روزہ رکھنا، نوافل پڑھنا، درود پڑھنا اور آپ ﷺ کی روح مبارک کو ایصال ثواب) بغیر قیود والتزام کے ثابت ہیں؟

کیا یہی سب کام بغیر قیود والتزام کے منقول ہیں؟

کیا یہی سب کام بغیر قیود والتزام کے نبی پاک ﷺ سے قولاً وفعلاً ثابت ہیں؟

کیا یہی سب کام بغیر قیود والتزام کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت ہیں؟

جناب والا! محض یہ کہہ دینا کہ ہم دیوبندی بغیر قیود والتزام کے قائل ہیں، یہ کسی دلیل شرعی کا نام نہیں بلکہ آپ دیابنہ اپنے دیگر اصول وضوابط [جن کو ہم پہلے بیان کر چکے] کو بھی مدنظر رکھ کر ان مذکورہ بالا کاموں کے ثبوت پیش کریں۔

علمائے دیوبند کے تیسرے حوالے پر الزامی تبصرہ

اسی طرح علمائے دیوبند کے امام اشرفعلی تھانوی کے ملفوظات میں تھانوی صاحب کی مجلس مولود منعقد کرنے کا ذکر موجود ہے جسکا عنوان قائم کیا گیا کہ "**مولود شریف کا مستحسن طریقہ**"

اور اسی عنوان کے تحت تھانوی صاحب کا ملفوظ ہے کہ

" آپ محض مفاسد کی وجہ سے منع کرتے ہیں تو ان کو حذف کر کے نفس مولود پڑھ دیجئے .....

میں (تھانوی) نے بعد نماز عشاء تک بیان کیا اور کوئی امر منکر نہیں ہوا۔ **عنوان مولود شریف کا تھا**

مٹھائی بھی تقسیم نہیں ہوئی، یہ ایک نئی قسم کا مولود شریف ہوا ان لوگوں کی زبانیں بند ہو گئیں جو کہتے تھے کہ یہ لوگ نفس مولود ہی کے منکر ہیں۔ صبح کو میں نے کہلا بھیجا کہ وہ مٹھائی اب تقسیم کر دیں جو جو اشخاص مجلس میں آئے تھے ان کے مکانوں پر بھیج دیں اور زیادہ حصہ مساکین کو دیں۔ اور اس کا ثواب حضور ﷺ کی بارگاہ میں پیش کر دیں۔ وہ ایسے سمجھدار شخص تھے کہنے لگے۔ جبکہ مساکین کو دینے سے ثواب ہوگا تو کل مٹھائی مساکین ہی کو کیوں نہ دے دی جائے بس محلہ کے مساکین کو سب مٹھائی دے دی تھی حتی کہ بیان کنندگان کا حصہ بھی نہیں بھیجا"

(ملفوظات حکیم الامت: جلد ۲۰ ص ۱۹۰، ۱۹۱)

اب سوال یہ ہے کہ اس طریقہ سے مجلس مولود کر کے دوسرے دن مٹھائی تقسیم کر کے نبی پاک ﷺ کو ایصال ثواب کرنے کا یہ عمل آخر کون سی آیت سے ثابت ہے؟ کیا نبی پاک ﷺ نے ایسا عمل کیا تھا؟

علمائے دیوبند کے چوتھے حوالے پر الزامی تبصرہ

سرفراز صفدر دیوبندی صاحب لکھتے ہیں کہ

"بعض بزرگوں سے ثابت ہے کہ آپ [ﷺ] کی ولادت کے دن آپ کے لئے ایصال ثواب کرنا اور آپ [ﷺ] کے صحیح حالات بیان کرنا اور اسی طرح کی بعض جائز چیزیں"

(باب جنت: ص ۱۲۵)

قارئین کرام! دیوبندی امام سرفراز صفدر صاحب نے اس حوالے میں تسلیم کیا کہ بعض بزرگ آپ ﷺ کی ولادت کے دن آپ ﷺ کے لئے ایصال ثواب کرتے تھے، علمائے دیوبند یہ بتائیں کہ وہ بعض بزرگ کون تھے؟ ان کے نام کیا تھے؟ اور پھر اپنے اصولوں کے مطابق یہ ثابت کریں کہ ان بزرگوں کا یہ عمل نبی پاک ﷺ یا صحابہ کرام یا تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ثابت ہے۔ اور اگر ثابت نہیں

تو (اپنے ان تمام اصولوں کو مدنظر رکھیں جو ہم پچھلے صفحات پر پیش کر چکے، اور پھر) بتائیں کہ یہ بعض بزرگ بدعتی و گمراہ تھے؟ حرام کے مرتکب ٹھہرے؟ اگر نہیں تو کیوں؟

حیرت کی بات ہے کہ یہ بزرگ (اصولِ دیابنہ کے مطابق) غیر منقول، غیر ثابت شدہ عمل (یعنی آپ ﷺ کی ولادت کے دن آپ ﷺ کو ایصال ثواب) کریں تو بزرگ ہی رہیں لیکن ہم سنی ایسا کام کریں تو بدعتی قرار دیے جائیں۔

میلاد پر قاسم نانوتوی کا فیصلہ

''حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے مولود شریف کی بابت دریافت کیا۔ فرمایا کہ بھائی نہ اتنا بُرا ہے جتنا لوگ سمجھتے ہیں اور نہ اتنا اچھا ہے کہ جتنا لوگوں نے سمجھ رکھا ہے''

(ملفوظات حکیم الامت: جلد ۱۶ ملفوظ: ۲۸۰ ص ۲۰۸)

''حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ سے مولود کے بارے میں دریافت کیا گیا تو فرمایا نہ اتنا برا ہے جتنا لوگ کہتے ہیں نہ اتنا اچھا ہے جیسے بعض کہتے ہیں''

(ملفوظات حکیم الامت: جلد ۲۶ ص ۴۳۱)

تو معلوم ہوا کہ میلاد اتنا بُرا بھی نہیں لہذا اب وہ دیوبندی جو اس میلاد شریف کو اتنا بُرا کہتے ہیں کہ اس کو بدعت ضلالہ اور حرام تک کہہ دیتے ہیں ان کا یہ فتویٰ قاسم نانوتوی کے خلاف ہے۔ لہٰذا کم از کم ہماری نہیں مانی تو اپنے ہی بڑے کی مان لیں۔ ممکن ہے کوئی کہہ دے کہ یہاں ''اتنا بُرا نہیں'' کے الفاظ ہے تو مطلب یہ ہوا کہ بُرا تو ہے لیکن اتنا نہیں۔ اس پر ہم پہلے ہی عرض کر دیتے ہیں کہ اگر یہ تاویل کریں تو آگے یہ الفاظ بھی موجود ہیں ''نہ اتنا اچھا'' تو معترض کی تاویل کے مطابق یہاں بھی یہی ماننا پڑے گا کہ میلاد شریف اچھا تو ہے لیکن اتنا اچھا نہیں۔ تو الحمدللہ عزوجل! آپ نے میلاد شریف کو اچھا مان لیا۔

''اشاراتِ فریدی'' (مقابیس المجالس) سے مولوی ابوایوب دیوبندی کے اِستدلال کا مُسکت جواب

میثم عباس قادری رضوی حفظہ اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم، نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد!

مولوی ابوایوب دیوبندی نے ''اشاراتِ فریدی'' (مقابیس المجالس) سے ایک اقتباس نقل کیا ہے کہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی ایک کامل بزرگ ہیں، اور فلاں فلاں علما ان کے مرید اور خلیفہ ہیں۔ چونکہ یہاں خلفا میں دیوبندی علما کا تذکرہ تھا، اس لیے مولوی ابوایوب دیوبندی نے اسے علمائے دیوبند کی تائید و توثیق کے طور پر پیش کر دیا۔ اس کو نقل کرنے کے بعد ان کو خیال آیا کہ اہلِ سنت و جماعت بریلوی تو اس کتاب کو غیر معتبر کہتے ہیں۔ چنانچہ موصوف نے اس کا جواب یوں دیا:

''بعض رضاخانی کہنے لگتے ہیں کہ جی یہ ''مقابیس المجالس'' غیر مستند ہے۔ تو انہیں غور و فکر سے کام لینا چاہیے۔ کیونکہ گاہے بگاہے خواجہ صاحب اس کو خود سنتے بھی تھے۔ تو اس سے اِنکار کی کیا ضرورت ہے''

(تقدیس الوکیل پر ایک نظر، مشمولہ، کشف الخداع، صفحہ ۲۳۵، مطبوعہ دفاع اھل السنۃ والجماعۃ اکیڈمی)

''اشاراتِ فریدی'' کی توثیق کے متعلق جو دلیل مولوی ابوایوب دیوبندی نے پیش کی ہے، وہی دلیل آج سے کئی دہائیاں قبل قادیانی بھی ''مقدمۂ بہاولپور'' میں پیش کر چکے ہیں۔ مولوی عبدالجبار سلفی دیوبندی کے انداز میں اسے یوں کہیے کہ: ''لگتا ہے مولوی ابوایوب دیوبندی نے قادیانیوں کی قے چاٹی ہے''۔ قادیانیوں کے اس استدلال کا جو جواب دیوبندیوں نے قادیانیوں کو دیا تھا، وہی جواب ہم مولوی ابوایوب دیوبندی کو دیتے ہیں۔

(۱)''مقدمۂ بہاولپور''میں''اشاراتِ فریدی'' کے متعلق دیوبندیوں نے قادیانیوں کے استدلال کا جواب دیتے ہوئے کہا تھا:

"پھر گواہ کا کبھی یہ کہنا کہ خواجہ محمد بخش صاحب نے سبقاً سبقاً سنی اور پھر سوالات مکرر میں اس کی اصلاح، کہ نہیں خود خواجہ صاحب نے سُنی، دونوں غلط ہیں۔ گواہ نمبر ا نے بجواب جرح ۹ مارچ ۱۹۳۳ء تسلیم کیا ہے کہ ''اشارات'' مرتب ہی خواجہ صاحب کے بعد ہوئے اور طباعت و اشاعت بھی" (مقدمہ بہاولپور، جلد ۳ صفحہ ۴۶۴، مطبوعہ عالمی مجلس تحفظِ ختم نبوت، حضوری باغ روڈ، ملتان)

☆اسی میں ایک اور مقام پر''اشاراتِ فریدی'' کے متعلق لکھا ہے:

''کتاب خواجہ صاحب کے وصال کے بعد مرتب ہوئی''۔

(مقدمہ بہاولپور، جلد ۲، صفحہ ۱۵، مطبوعہ عالمی مجلس تحفظِ ختم نبوت، حضوری باغ روڈ، ملتان)

(۲) دیوبندی مناظر مولوی لال حسین اختر دیوبندی نے بھی''اشاراتِ فریدی'' کے متعلق لکھا ہے:

"حضرت خواجہ صاحب کی وفات ۶ ربیع الثانی ۱۳۱۹ھ مطابق ۲۴ جولائی ۱۹۰۱ء کو ہوئی۔ ان کے وصال کے بعد غلام احمد اختر مرزائی نے رکن الدین سے ساز باز کر کے "اشاراتِ فریدی" میں حضرت خواجہ صاحب کے اسمِ گرامی سے منسوب کردہ جعلی خطوط وملفوظات درج کرا دیئے"

(حضرت خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ اور مرزا قادیانی، مشمولہ: احتسابِ قادیانیت، جلد ۱، صفحہ ۲۲۰، مطبوعہ عالمی مجلس تحفظِ ختم نبوت، حضوری باغ روڈ، ملتان)

مولوی لال حسین اختر دیوبندی نے''اشاراتِ فریدی'' کے متعلق مزید لکھا ہے:

"حضرت خواجہ صاحب کی تصنیف کے مقابل رکن الدین مؤلف "اشاراتِ فریدی" (مقابیس المجالس) اور غلام احمد مرزائی ساکن اوچ کے دجل وفریب اور جعلی شائع کردہ خطوط اور ملفوظات کی کوئی حقیقت نہیں"۔

(حضرت خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ اور مرزا قادیانی، مشمولہ: احتسابِ قادیانیت، جلد ۱، صفحہ ۲۲۳، مطبوعہ عالمی مجلس تحفظِ ختم نبوت، حضوری باغ روڈ، ملتان)

(۳) مولوی ابومعاویہ ابوذر بخاری دیوبندی کی زیرادارت شائع ہونے والے''الاحرار'' میں مولوی عبد الحق چوہان دیوبندی (صدر مجلس احرارِ اسلام، بستی مولویاں، ضلع ڈیرہ غازی خان) نے خواجہ غلام فرید صاحب کے دفاع میں ایک مضمون لکھا ہے، جس کا عنوان ہے:

''حضرت خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ پر مرزائی ہونے کا بہتان''۔

(پندرہ روزہ الاحرار، لاہور۔ بابت یکم نومبر تا ۳۰ نومبر ۱۹۷۸ء۔ جلد ۸، شمارہ: ۱۶، صفحہ ۱۹)

اس مضمون میں مولوی عبدالحق چوہان دیوبندی نے بھی''اِشاراتِ فریدی'' (مقابیس المجالس) کو ناقابلِ استناد قرار دیا ہے۔ ذیل میں اس کے دو اقتباسات ملاحظہ کریں:

☆''مسٹر فضل احمد نے اس بہتان بازی کی پشت پر''اِشاراتِ فریدی'' کے بعض اقتباسات لا دیئے ہیں۔ تاکہ حضرت خواجہ غلام فرید عَلَیْہِ الرَّحْمَۃ کے خلاف مغالطہ انگیزی کو کامیاب بنایا جا سکے۔ مسٹر فضل احمد نے خواجہ صاحب پر جو جھوٹ باندھا ہے اس سے صَرفِ نظر کرنا ناممکن ہے۔ اس لیے ہم اس کے مضمون پر تحقیقی اور علمی اعتبار سے بحث کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ ہم دلائل و براہین سے یہ ثابت کریں گے کہ فضل احمد نے جس کتاب کے اقتباسات پر اپنے دعاوی کے شیش محل کھڑے کیے ہیں، وہ موجودہ ''تورات وانجیل'' کی طرح جعلی اور تحریف شدہ ہے اور علمی اعتبار سے ناقابلِ استناد ہے''۔

(پندرہ روزہ الاحرار، لاہور۔ بابت یکم نومبر تا ۳۰ نومبر ۱۹۷۸ء۔ جلد ۸، شمارہ: ۱۶، صفحہ ۲۰)

☆''اگر''اِشاراتِ فریدی'' کا بہ نظرِ تعمّق مطالعہ کیا جائے اور خواجہ صاحب کی دیگر تصنیفات سے اس کا

تقابُل اور موازنہ کیا جائے ، تو روزِ روشن کی طرح یہ امر واضح ہوجاتا ہے کہ ''اِشاراتِ فریدی'' ایک ''تحریف کردہ اور ناقابلِ استناد'' کتاب ہے''۔ (پندرہ روزہ الاحرار، لاہور۔ بابت یکم نومبر تا ۳۰ نومبر ۱۹۷۸ء۔ جلد ۸، شمارہ: ۱۶، صفحہ ۲۱)

(۴) مولوی حکیم میر محمد ربانی دیوبندی نے بھی ثابت کیا ہے کہ ''اشاراتِ فریدی'' میں تحریفات و الحاقات ہیں۔ ملاحظہ ہو ''احتسابِ قادیانیت''، جلد ۵۹، صفحہ ۴۱۹، ۴۲۱، ۴۲۲ (مطبوعہ عالمی مجلس تحفظِ ختم نبوت، حضوری باغ روڈ، ملتان)

(۵) مولوی مشتاق احمد چنیوٹی دیوبندی نے خواجہ غلام فرید چاچڑاں شریف کے تذکرہ کے ضمن میں ''اشاراتِ فریدی'' (مقابیس المجالس) کے متعلق لکھا ہے:

''اس کتاب میں حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات "اشاراتِ فریدی" سے (جو حضرت کے وصال کے کئی سال بعد شائع ہوئے) ایک عربی خط کا حوالہ دیا ہے۔ جو ''حضرت خواجہ صاحب'' نے مرزا غلام احمد قادیانی کو لکھا، اور اس میں مرزا قادیانی کو ''من عباداللہ الصالحین'' لکھا۔ اس سے معلوم ہوا خواجہ صاحب موصوف، مرزا کو برحق تسلیم کرتے تھے۔ مرزائیوں کا یہ مکارانہ شاہکار کوئی نیا نہیں، بلکہ بہت پرانا اور بدبودار جھوٹ ہے۔ جو آج سے چالیس سال قبل بھی جناب محمد اکبر خان صاحب ڈسٹرکٹ جج ضلع بہاولنگر کی عدالت میں قادیانی اُمت نے پیش کیا تھا۔ اور حضرت خواجہ غلام فرید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو مرزائی ثابت کرنے کی کوشش کی تھی اور اس کے اثبات میں ''ارشاداتِ فریدی'' (اشاراتِ فریدی از ناقل) نامی کتاب کو پیش کیا تھا۔ اَلْحَمْدُلِلّٰہ ہمارے علمائے کرام ..... نے قادیانی اُمت کی اس کذب بیانی کی دھجیاں بکھیر دی تھیں۔ اور مرزائی فریب کاری کا پردہ چاک کر دیا تھا۔ جس کی تفصیل" فیصلہ مقدمہ

بہاولپور" نامی کتاب میں تفصیل کے ساتھ موجود ہے .....نوٹ: اس موضوع پر مناظرِ اسلام مولانا لال حسین اختر مرحوم کا ایک رسالہ ہے، جو متعدد بار طبع ہو چکا ہے''

(تحفظِ ختمِ نبوت کی صد سالہ تاریخ، صفحہ ۱۳۰، ۱۳۱، مطبوعہ انٹرنیشنل ختمِ نبوت موومنٹ، پاکستان)

اس کتاب پر مولوی عبدالحفیظ مکی دیوبندی، مولوی زاہد الراشدی دیوبندی اور مولوی الیاس چنیوٹی دیوبندی (امیر انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ، پاکستان) کی تقاریظ موجود ہیں۔

اس اقتباس میں مولوی مشتاق احمد چنیوٹی دیوبندی نے بھی ''اشاراتِ فریدی'' (مقابیس المجالس) کو تحریف شدہ قرار دیا ہے اور بیان کیا ہے کہ یہ کتاب خواجہ صاحب کے انتقال کے کئی سال بعد شائع ہوئی تھی۔ نیز یہ بھی لکھا ہے کہ اس کتاب کے تحریف شدہ ہونے کی تفصیل مولوی لال حسین اختر دیوبندی کی کتاب (''حضرت خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ اور مرزا قادیانی'') اور ''مقدمہ بہاولپور'' میں موجود ہے۔

دیوبندی کتب سے پیش کیے گئے ان حوالہ جات سے ثابت ہوگیا کہ ''اشاراتِ فریدی'' (مقابیس المجالس) میں تحریفات والحاقات موجود ہیں۔ اس لیے اس کتاب سے مولوی ابوایوب دیوبندی کا ہمارے خلاف اِستدلال کرنا اور اسے مستند قرار دینا باطل ہے۔

''مقابیس المجالس'' کے چند اقتباسات، جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اس کتاب میں فرقِ باطلہ کی جانب سے تحریف کی گئی ہے

ذیل میں ''اشاراتِ فریدی'' یعنی ''مقابیس المجالس'' کے چند اقتباس ملاحظہ کریں۔ جن سے یہ بات مزید واضح ہوجائے گی کہ اس کتاب میں تحریفات والحاقات موجود ہیں۔

سرسید احمد کے چہرے سے برکت ٹپکتی تھی: مَعَاذَاللہ

ضروریاتِ دین کے منکر سرسید احمد خان نیچری کے بارے میں لکھا ہے کہ اس کے چہرے سے برکت

ٹپکتی تھی۔ اقتباس ملاحظہ کریں:

''نواب قیصر خان مگسی نے عرض کیا کہ قبلہ سید احمد خان نیچری کس قسم کا آدمی تھا؟ آپ نے فرمایا: نہایت ہی اچھے آدمی تھے۔ اوران کے چہرے سے برکت ٹپکتی تھی۔ ان کا اسلام کے کسی فرقے سے اختلاف نہیں تھا۔ اور ہر فرقے کو اچھا کہتے تھے''۔

(مقابیس المجالس، اُردو مترجم: اشاراتِ فریدی، صفحہ ۹۵ ۷، مطبوعہ الفیصل ناشران وتاجران کتب، غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور)

یہ بات اہلِ علم سے پوشیدہ نہیں کہ سر سید احمد خان فرقۂ نیچریہ کا پیشوا اَور ضروریاتِ دین کا منکر تھا۔ مولوی ابوایوب دیوبندی یہاں اپنا مؤقف واضح کریں کہ کیا سر سید احمد خان جیسے نظریات کے حامل شخص کے بارے میں یہ بات کہنا دُرست ہے کہ اس کے چہرے سے برکت ٹپکتی تھی؟

مولانا غلام دستگیر قصوری نے ''جواہرِ مُضیَّہ رَدّ نیچریہ'' (مطبوعہ مطبع گلزارِ محمدی، لاہور) میں سر سید احمد خان کے نظریات کا رَدّ کیا ہے۔ اس کتاب پر مولوی خلیل انبیٹھوی دیوبندی کی تصدیق بھی موجود ہے۔ ڈپٹی اِمداد العلی غیر مقلد نے سر سید احمد خان کے نظریات کے رَدّ میں "**امداد الآفاق بر جم اھل النفاق**" (مطبوعہ مطبع نظامی، کانپور) کے نام سے مستقل کتاب لکھی اور ہر طبقہ کے علما کی تصدیقات حاصل کر کے اس میں شامل کیں۔ مولوی عبد العزیز لدھیانوی دیوبندی و مولوی محمد لدھیانوی دیوبندی نے "**نصرۃ الابرار**" (مطبوعہ مطبع صحافی، لاہور ایجنسس گنج) میں۔ مولوی اشرفعلی تھانوی دیوبندی نے "اِمداد الفتاویٰ" کتاب العقائد میں۔ اور مفتی محمد نعیم دیوبندی نے "ادیانِ باطلہ اور صراطِ مستقیم" (مطبوعہ بیت الاشاعت، جامع مسجد روڈ، بہار کالونی، نزد عباس بک اسٹال، کراچی) میں سر سید احمد خان کے نظریات کا رَدّ کیا ہے (اس پر مزید تفصیل بھی پیش کی جاسکتی ہے لیکن سرِ دست اتنی ہی کافی ہے)۔ لہٰذا

خواجہ غلام فرید کے بارے میں یہ قول منسوب کرنا کہ اُنہوں نے منکرِ ضروریاتِ دین سر سید احمد خان کے بارے میں یہ کہا ہے کہ اس کے چہرے سے برکت ٹپکتی تھی، دُرُست نہیں۔

مولوی نذیر حسین غیر مقلد صحابی معلوم ہوتا ہے: مَعَاذَ اللہ

''مولوی نذیر حسین محدث دہلوی کا ذکر ہونے لگا۔ قطب الموحدین حضرت خواجہ محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ حضور لوگ مولوی نذیر حسین کو غیر مقلد اور وہابی کہتے ہیں۔ وہ کیسے آدمی تھے؟ آپ نے فرمایا کہ سبحان اللہ! وہ تو ایک صحابی معلوم ہوتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ کسی شخص کی عظمت کے لیے یہی دلیل کافی ہے کہ دنیا میں اس کی مانند کوئی نہ ہو۔ چنانچہ آج کل کے زمانے میں علمِ حدیث میں ان کا کوئی نظیر نہیں ہے۔ نیز وہ اس قدر بے نفس ہیں کہ اہلِ اسلام کے کسی فرقے کو بُرا نہیں کہتے''

(مقابیس المجالس، اُردو مترجم: اشاراتِ فریدی، صفحہ ۹۶ ۷، مطبوعہ الفیصل ناشران وتاجران کتب، غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور)

اس اقتباس میں غیر مقلدین کے امام مولوی نذیر حسین دہلوی کو صحابی جیسا لکھا ہے۔ حالانکہ خواجہ غلام فرید نے اپنی کتاب ''فوائد فریدیہ'' میں وہابیہ کو فرقہ باطلہ میں سے شمار کیا ہے۔ پھر یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ آپ اسی فرقۂ باطلہ وہابیہ کے اِمام کو صحابی جیسا قرار دے دیں۔ فتدبر۔ اس اقتباس میں مذکور یہ بات بھی حقائق کے خلاف ہے کہ مولوی نذیر حسین غیر مقلد کسی فرقے کو بُرا نہیں کہتے۔ کیونکہ مولوی نذیر حسین دہلوی فرقۂ وہابیہ کی غیر مقلد شاخ سے تعلق رکھتے تھے۔ اور غیر مقلدین کے نزدیک اہلِ سنت وجماعت کے عقائد و معمولات شرک و بدعت ہیں۔

توحید کے بارے میں وہابیوں کے عقائد صوفیہ سے ملتے ہیں۔ نیز غیرِ خدا سے مدد مانگنا شرک ہے: مَعَاذَ اللہ

"فرمایا کہ توحید کے بارے میں وہابیوں کے عقائدِ صوفیۂ کرام سے ملتے جلتے ہیں۔ وہابی کہتے ہیں کہ انبیاء اور اولیا سے مدد مانگنا شرک ہے۔ بے شک غیرِ خدا سے امداد مانگنا شرک ہے۔ توحید یہ ہے کہ خاص حق تعالیٰ سے مدد طلب کرے۔ چنانچہ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ (ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے مدد مانگتے ہیں) کا مطلب یہی ہے"

(مقابیس المجالس، اُردو مترجم: اشاراتِ فریدی، صفحہ ۷۹۶، ۷۹۷، مطبوعہ الفیصل ناشران و تاجران کتب، غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور)

اس اقتباس میں بیان کردہ دونوں باتیں حقائق کے منافی ہیں کہ

(۱) توحید کے متعلق وہابیوں کے عقائد صوفیہ سے ملتے ہیں۔

(۲) اور غیرِ خدا سے مدد مانگنا شرک ہے۔

یہ اقتباس بھی الحاقی ہے۔ کیونکہ اہلِ علم جانتے ہیں کہ وہابیہ اور صوفیہ کے عقائد میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ وہابیہ خود بھی اس بات کو دُرست تسلیم نہیں کریں گے کہ ان کے عقائد صوفیہ کے عقائد سے ملتے ہیں۔ وہابیہ غیرِ خدا سے طلبِ استمداد کو شرک کہتے ہیں جبکہ صوفیہ استمداد کے قائل ہیں۔ اسی کتاب میں "شیخ کی غیبی امداد" کے عنوان کے تحت ایک واقعہ لکھا ہے جس میں حضرت فخر الاولیا نے اپنے مرید کی غیبی مدد کی تھی۔ (مقابیس المجالس، اُردو مترجم: اشاراتِ فریدی، صفحہ ۸۲۰، مطبوعہ الفیصل ناشران و تاجران کتب، غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور)

قارئین! اس کتاب میں اگر ایک مقام پر غیرِ خدا سے مدد مانگنا شرک قرار دیا گیا ہے، تو دوسرے مقام پر غیرِ خدا سے غیبی مدد کا ملنا بیان کیا گیا ہے۔

امام مالک کے مذہب میں کتے کا گوشت حلال ہے: مَعَاذَ اللہ

"مقابیس المجالس" میں "کتے کا گوشت" کے عنوان کے تحت ایک واقعہ ان الفاظ میں لکھا ہے:

"گفتگو اس بارے میں شروع ہوئی کہ امام مالک کے نزدیک کتے کا گوشت حلال ہے۔ حضرت اقدس نے ایک عالم سے دریافت کیا کہ یہ معاملہ کس طرح ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ قبلہ میں نے یہ بات کسی فقہ کی کتاب میں نہیں دیکھی"

اس کے بعد لکھا ہے کہ کچھ بزرگ سفر کے دوران چار دن سے بھوکے تھے۔ انہوں نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ کوئی شکار عطا کرے۔:

"یہ کہنا تھا کہ وہاں ایک کتا نمودار ہوا۔ چونکہ بھوک سے سب کی حالت خراب تھی۔ انہوں نے کتے کو پکڑ کر ذبح کیا اور امام مالک کے مذہب کے مطابق اس کے ٹکڑے کر کے آپس میں بانٹ لیے۔ کتے کا سر حضرت ابوعبداللہ کے حصے میں آیا۔ سب لوگوں نے مجبور ہو کر کتے کا گوشت کھایا" (مقابیس المجالس، اُردو مترجم: اشاراتِ فریدی، صفحہ ۷۳۸، ۷۳۹، مطبوعہ الفیصل ناشران و تاجران کتب، غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور)

اگر مولوی ابوایوب دیوبندی کے نزدیک "مقابیس المجالس" معتبر کتاب ہے تو بتائیں کہ امامِ مالک کے مذہب میں یہ مسئلہ کہاں مذکور ہے؟ نیز اگر وہ اس اقتباس کو الحاقی تسلیم نہیں کرتے تو ان کو چاہیے کہ کتے کا گوشت بھی کھایا کریں کیونکہ مولوی خلیل انبیٹھوی نے لکھا ہے کہ:

"مختلف فیہ مسئلہ تو یوں بھی بلاضرورت جائز ہوتا ہے"

(براہینِ قاطعہ، صفحہ ۱۴۱، مطبوعہ دارالاشاعت، اُردو بازار، کراچی)

دیوبندی پہلے مفت میں زاغِ معروفہ سے لطف اندوز ہوتے تھے، اب کتے کا گوشت بھی مفت میں

تناول فرمایا کریں ۔اس اقتباس سے بھی اہلِ علم پر یہ بات واضح ہوگئی کہ ''مقابیس المجالس'' میں تحریفات والحاقات موجود ہیں۔

مریدین شیخ کے ڈر سے کلمہ طیبہ میں '' مُحَمَّدُرَّسُوْلُ اللّٰہ '' کہتے تھے، ان کا دل کرتا تھا کہ اپنے شیخ کے نام کا کلمہ پڑھا کریں

''حضرت مولانا فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے حضرت شیخ کے تمام مریدین برگزیدہ تھے ۔ اور محبت شیخ میں اس قدر محو تھے کہ کلمہ طیبہ میں ''مُحَمَّدُرَّسُوْلُ اللّٰہ '' حضرت شیخ کے ڈر سے کہتے تھے۔ ورنہ ان کا جی یہ چاہتا تھا کہ شیخ کے نام کا کلمہ پڑھیں''۔

(مقابیس المجالس، اُردو مترجم: اشاراتِ فریدی، صفحہ ۶۷۱، مطبوعہ الفیصل ناشران وتاجران کتب، غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور)

اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الْعَظِیْم۔ وَلَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْم۔ اس اقتباس کی شناعت پر تبصرہ کی ضرورت نہیں۔

''اشاراتِ فریدی'' کے پیش کیے گئے یہ چند اقتباسات اس بات کی تائید کرتے ہیں کہ اس میں تحریفات والحاقات موجود ہیں۔

☆ مولوی ابوایوب دیوبندی نے ''اشاراتِ فریدی'' (مقابیس المجالس) کے متعلق مزید لکھا ہے:

''چونکہ اہل السنہ دیوبند کے بارے میں خواجہ صاحب نے تعریفی جملے نقل کیے تھے۔ اس لیے ان کی ساری کاوش اور کوشش (اس) کو بے کار بنانے کی کوشش کی گئی۔ حالانکہ شرف قادری نے ''تذکرہ اکابر'' میں خواجہ صاحب کا ذکر کر کے ملفوظات کا ذکر بھی کیا ہے۔ جعلی وغیر معتبر نہیں کہا'' (کشف الخداع، صفحہ ۲۳۵، مطبوعہ دفاع اہل السنۃ والجماعۃ اکیڈمی)

اگر علامہ عبدالحکیم شرف قادری نے خواجہ صاحب کا ذکر کر کے ''مقابیس المجالس'' (اشاراتِ فریدی) کو جعلی وغیر معتبر نہیں کہا (جو کہ ابوایوب دیوبندی کے نزدیک اس کے مستند ہونے کی دلیل ہے)۔ تو جواباً عرض ہے کہ یہی کام دیوبندیوں نے بھی کیا ہے۔ سرِ دست صرف دو حوالے پیش ہیں۔ مشہور دیوبندی پیر نفیس الحسینی اور دیوبندی مناظر مولوی منیر احمد اختر نے خواجہ صاحب کے تذکرہ میں ''مقابیس المجالس'' (اشاراتِ فریدی) کا ذکر کیا ہے، لیکن اسے جعلی اور غیر معتبر نہیں کہا۔ حوالہ جات ذیل میں ملاحظہ کیجیے:

☆ نفیس الحسینی دیوبندی نے لکھا ہے:

''حضرت خواجہ غلام فرید قُدِّسَ سِرُّہٗ (م ۱۳۱۹ھ۔ ۱۹۰۱ء): حضرت خواجہ غلام فرید، پنجاب میں سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ کے جلیل القدر مشائخ میں سے تھے۔ فرمانروایانِ ریاست بہاولپور کے پیر و مرشد تھے۔ ان کے ملفوظات کا ایک مجموعہ ''مقابیس المجالس'' کے نام سے ہے''

(حکایتِ مہر و وفا، صفحہ ۹، مطبوعہ دارالنفائس، نفیس منزل، کریم پارک، راوی روڈ، لاہور۔ ایضاً ص ۶، مطبوعہ انجمن ارشاد المسلمین، ۶-بی شاداب کالونی، حمید نظامی روڈ، لاہور)

☆ مولوی منیر احمد اختر دیوبندی نے اپنی کتاب ''اکابرِ دیوبند کیا تھے؟'' (مطبوعہ دارالنعیم، دارالنعیم، دکان نمبر ۱، بیسمنٹ عمر ٹاور، حق سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور) کے صفحہ ۳۷، ۳۸-صفحہ ۵۷ تا ۶۰، اور صفحہ ۹۸ پر ''مقابیس المجالس'' یعنی ''اشاراتِ فریدی'' کے حوالہ جات سے استدلال کیا ہے اور کہیں بھی اس کتاب کو مُحَرَّف نہیں کہا۔ لہٰذا ان دونوں حوالہ جات کا جو جواب آپ دیوبندی دیں گے، وہی جواب ہماری طرف سے بھی سمجھ لیجیے گا۔

''مقابیس المجالس'' کے متعلق دیوبندیوں کی مکاری اور دوزبانیں

دیوبندیوں کی مکاری دیکھیے کہ جب انہوں نے اکابرِ دیوبند کی توثیق پیش کرنی ہو، تو بلا جھجک ''مقابیس

المجالس" سے اِستدلال کر لیتے ہیں۔لیکن جب اس کتاب سے قادیانیوں کے کیے گئے استدلال کا جواب دینا ہو، تو وہاں کہتے کہ "یہ کتاب محرّف ہونے کی وجہ سے غیر معتبر ہے، اس لیے اس سے اِستدلال دُرست نہیں"۔

☆"مقابیس المجالس" (اشاراتِ فریدی) کے متعلق دوسرے اقتباس میں مولوی ابوایوب دیوبندی نے جو کہا ہے، وہ قادیانی بھی کہہ سکتے ہیں کہ:

"چونکہ مرزا غلام احمد کے بارے میں خواجہ صاحب نے تعریفی جملے بیان کیے تھے۔اس لیے اس کو بے کار بنانے کی کوشش کی گئی۔حالانکہ مولوی نفیس الحسینی دیوبندی نے "حکایتِ مہر و وفا" میں خواجہ صاحب کا ذکر کر کے ملفوظات کا ذکر بھی کیا ہے۔جعلی وغیر معتبر نہیں کہا"

☆مولوی ابوایوب دیوبندی کے پیر و مرشد مولوی الیاس گھمن دیوبندی نے لکھا ہے:

"اگر کسی عالم کی اپنے ہاتھ سے لکھی ہوئی کتاب اور اس کے ملفوظات یا اس قسم کی دیگر چیزوں کا آپس میں تعارض ہو۔تو اس کی اپنے ہاتھ سے لکھی ہوئی کتاب کا اعتبار ہوگا"۔

(جی ہاں فقہِ حنفی قرآن وحدیث کا نچوڑ ہے، ص ۲۲، مطبوعہ مکتبہ اہل السنۃ والجماعۃ، ۸۷-جنوبی، لاہور روڈ، سرگودھا)

یہی اُصول آپ پچھلے صفحات میں دیوبندی مناظر مولوی لال حسین اختر دیوبندی کے حوالے سے بھی ملاحظہ کر چکے ہیں کہ:

"حضرت خواجہ صاحب کی تصنیف (فوائدفریدیہ از ناقل) کے مقابل رکن الدین مؤلف "اشاراتِ فریدی" (مقابیس المجالس) اور غلام احمد مرزائی ساکن اوچ کے دجل وفریب اور جعلی شائع کردہ خطوط اور ملفوظات کی کوئی حقیقت نہیں"۔

(احتسابِ قادیانیت، جلد ۱، صفحہ ۲۲۳، مطبوعہ عالمی مجلس تحفظِ ختم نبوت، حضوری باغ روڈ، ملتان)

مولوی لال حسین اختر دیوبندی اور مولوی الیاس گھمن دیوبندی کے بیان کردہ اس اُصول کے مطابق اگر کسی کے ملفوظات، اس کی اپنی لکھی ہوئی کتاب کے ساتھ ٹکرا رہے ہوں، تو اس کے اپنے ہاتھ سے لکھی ہوئی کتاب کا اعتبار ہوگا۔اب خواجہ صاحب کی اپنی لکھی ہوئی کتاب "فوائدفریدیہ" کا اقتباس ملاحظہ کریں، جس میں انہوں نے وہابیہ کو باطل مذہب قرار دیتے ہوئے لکھا ہے:

"باطل مذاہب میں سے چار بہت ہی عام ہیں:

۱-رافضیہ۔۲-خارجیہ۔۳-وہابیہ، جو کہتے ہیں کہ اولیاء اللہ حتیٰ کہ حضورِ اکرم بھی وفات کے بعد قبر شریف میں زندہ نہیں ہیں۔نیز یہ بھی کہتے ہیں کہ قبروں کے نزدیک دعا مانگنے والا کافر ہے۔۴-معتزلہ"

(فوائدفریدیہ، صفحہ ۵۵، مطبوعہ، مکتبہ معین الادب، جامع مسجد شریف، ڈیرہ غازی خان)

چونکہ اپنی تحریر کردہ کتاب میں خواجہ صاحب نے فرقہ وہابیہ (جو اس وقت غیر مقلدین وعلمائے دیوبند دونوں کو کہا جاتا تھا) کو باطل مذہب قرار دیا ہے۔اس لیے "مقابیس المجالس" کا حوالہ دیوبندیوں کو مفید نہیں۔

مولوی ابوایوب نے علمائے دیوبند کی تائید وتوثیق خواجہ غلام فرید چاچڑاں شریف سے ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔بِحَمْدِہٖ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی راقم نے اس کی زبردست تردید دیوبندی مذہب سے پیش کر کے مولوی ابوایوب دیوبندی کے منہ پر مُہرِ سکوت لگا دی ہے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ملوث نہ ہونے کی تحقیق

علامہ مفتی سجاد احمد فیضی زید مجدہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم، الحمد للہ رب العٰلمین و الصلوٰۃ و السلام علی سید الانبیاء و المرسلین اما بعد!

کتب میں چند صحابہ کرام کا نام آتا ہے کہ وہ شہادت عثمان غنی رضی اللہ عنہ میں ملوث یا شامل تھے۔ مگر یہ یاد رہے کہ کسی کتاب میں بغیر سند یا ضعیف روایت کے نقل کرنے سے وہ بات پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتی اور نہ وہ صاحب تصنیف کا موقف ہوتا ہے۔ اس مقام پر اختصار کے ساتھ ان صحابہ کرام کے ملوث ہونے کے رد میں تحقیق پیش خدمت ہے۔

(۱) فروہ بن عمرو الانصاری

جو بیعت عقبہ میں بھی موجود تھے اور السابقون الاولون رضی اللہ عنہم میں سے ہیں۔

(استیعاب 3/1259)

اعتراض

ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں۔

كَانَ ممن أعان على قتل عُثْمَان رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ

(الاستيعاب في معرفة الأصحاب 3/1259، اسد الغابہ 4/57)

یعنی وہ شہادت عثمان رضی اللہ عنہ میں شامل تھے۔

جواب

اس اعتراض کو خود محدث ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ نے رد کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

قل ابو عمر: هذا لا يعرف، ولا وجه لما قالاه في ذلك، ولم يكن لقائل هذا علم بمع كان من الانصاری يوم الدار (الاستيعاب في معرفة الأصحاب 3/1259)

"مفہوم: یہ بات غیر معروف ہے اور ان دونوں [ابن وضاح اور ابن مزین] نے جو الزام لگایا ہے اس کی کوئی دلیل نہیں، اور اس قول کے قائل کو انصار کا اس فتنے میں جو طرز عمل تھا اس کی کوئی خبر نہیں"

(2) محمد بن عمرو بن حزم انصاری رضی اللہ عنہ

یہ وہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جن کا نام خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رکھا تھا۔ (استیعاب ۳:۲۳۴)

اعتراض

يقال انه كان اشد الناس على عثمان المحمدون، ..... محمد بن عمر بن حزم۔

(استیعاب ۳: ۲۳۴)

جواب

محمد بن عمرو بن حزم الانصاری کی تاریخ ولادت دس ہجری ہے۔ (طبقات ابن سعد 5/69، الاستیعاب، الاصابہ ابن حجر)

طبقات ابن سعد میں انہیں تابعین میں شمار کیا گیا اور لکھتے ہیں:

كَانَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قَدِ اسْتَعْمَلَ عَمْرَو بْنَ حَزْمٍ عَلَى نَجْرَانَ الْيَمَنِ, فَوُلِدَ لَهُ هُنَالِكَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سَنَةَ عَشْرٍ مِنَ الْهِجْرَةِ غُلَامٌ, فَأَسْمَاهُ مُحَمَّدًا, وَكَنَّاهُ أَبَا سُلَيْمَانَ, وَكَتَبَ بِذَلِكَ إِلَى رَسُولِ اللهِ, فَكَتَبَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللهِ أَنْ سَمِّهِ مُحَمَّدًا۔

جب یہ پیدا ہوئے ان کے والد نجران کے عامل تھے، یہ پیدا ہوئے تو ان کے والد نے خط لکھ

کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ بچے کا کیا نام رکھوں تو آپ نے "محمد" تجویز کیا- ان کی نبی کریم سے اس شیر خوارگی میں بھی ملاقات ثابت نہیں۔ (الطبقات الکبریٰ 5/69)

علامہ ابن العراقی نے انہیں تابعی لکھا ہے۔

(تحفة التحصيل في ذكر رواة المراسيل 1/284)

حافظ العلائی نے انہیں تابعی لکھا ہے۔

(جامع التحصيل في أحكام المراسيل 1/267)

استیعاب میں قتل عثمان میں شرکت کا ذکر ہی نہیں ہے، صرف اتنی سی بات ہے کہ وہ سیدنا عثمان کے شدید ناقد تھے۔

محدث ابن عبدالبر لکھتے ہیں:

يقال انه كان اشد الناس على عثمان المحمدون محمد بن أبي بكر. محمد بن أبي حذيفة۔ محمد بن عمرو بن حزم۔

مذکورہ عبارت میں یقال کے الفاظ اس کے ضعف پر دلالت کر رہے ہیں۔

دوم: ابن سعد نے طبقات 3/73-74 میں اس کے بارے میں سند نقل کیا ہے۔

(۳) جبلہ بن عمرو ساعدی پر الزام

اعتراض

ان پر اعتراض ہے کہ یہ وہ صحابی تھے جنہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے جنازہ کو بقیع میں دفن نہیں ہونے دیا تھا۔

تاریخ مدینہ ابن شبہ میں ان کے بارے میں ایک روایت ہے۔

حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ ذَابِهٍ، عَنْ شُرَحْبِيلَ بْنِ سَعْدٍ قَالَ: قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَزْهَرَ: "لَمْ أَدْخُلْ فِي شَيْءٍ مِنْ أَمْرِ عُثْمَانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فَإِنِّي لَفِي بَيْتِي إِذْ أَتَانِي الْمُنْذِرُ بْنُ الزُّبَيْرِ فَقَالَ: عَبْدُ اللهِ يَدْعُوكَ، فَأَتَيْتُهُ وَهُوَ قَاعِدٌ إِلَى جَنْبِ غِرَارَةِ حِنْطَةٍ فَقَالَ: هَلْ لَّكَ إِلَى دَفْنِ عُثْمَانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ؟ فَقُلْتُ: مَا دَخَلْتُ فِي شَيْءٍ مِنْ أَمْرِهِ، وَمَا أُرِيدُ ذَاكَ، فَاحْتَمَلُوهُ، مَعَهُمْ مَعْبَدُ بْنُ مَعْمَرٍ، فَانْتَهَوْا بِهِ إِلَى الْبَقِيعِ، فَمَنَعَهُمْ مِنْ دَفْنِهِ جَبَلَةُ بْنُ عَمْرٍو السَّاعِدِيُّ، ۔۔۔"

(تاريخ المدينة لابن شبة 1/112)

قَالَ عَلِيٌّ، عَنِ ابْنِ وَهْبٍ، عَنْ شُرَحْبِيلَ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ بَعْضِ أَهْلِ الْمَدِينَةِ قَالَ: قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَزْهَرَ: لَمْ أَدْخُلْ فِي شَيْءٍ مِنْ أَمْرِهِ، فَإِنِّي لَفِي بَيْتِي إِذْ أَتَانِي الْمُنْذِرُ بْنُ الزُّبَيْرِ، فَقَالَ: عَبْدُ اللهِ يَدْعُوكَ، فَأَتَيْتُهُ وَهُوَ قَاعِدٌ إِلَى جَنْبِ غِرَارَةِ حِنْطَةٍ فَقَالَ: هَلْ لَّكَ إِلَى دَفْنِ عُثْمَانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ؟ فَقُلْتُ: مَا دَخَلْتُ فِي شَيْءٍ مِنْ أَمْرِهِ وَمَا أُرِيدُ ذَلِكَ، فَاحْتَمَلُوهُ وَمَعَهُمْ مَعْبَدُ بْنُ مَعْمَرٍ، فَانْتَهَوْا بِهِ إِلَى الْبَقِيعِ فَمَنَعَهُمْ مِنْ دَفْنِهِ جَبَلَةُ بْنُ عَمْرٍو السَّاعِدِيُّ، ۔۔۔ (تاريخ المدينة لابن شبة 4/1240)

یعنی: جبلہ بن عمرو ساعدی انصاری رضی اللہ عنہ بدری، یہ وہ صحابی تھے جنہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے جنازہ کو بقیع میں دفن نہیں ہونے دیا تھا۔

جواب

ابن شبہ کی بیان کردہ پہلی روایت میں علی بن دابہ کا تعین نہیں اور اس کی توثیق معلوم نہیں۔ اس سند میں شرحبیل بن سعد کو جمہور محدثین کرام نے ضعیف کہا ہے اور ان کا حافظہ بھی خراب تھا، جب تک یہ واضح نہ ہو کہ مختلط راوی کا شاگرد قبل از اختلاط مرویات بیان کرتا ہے تو ایسی روایات سے استدلال بھی نہیں کیا جاتا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔

شُرَحبيل بن سَعْد، أبو سعد المدني، مولى الأنصارِ: صدوقٌ اختَلَطَ بأَخَرَة،

(تقريب التهذيب، رقم2764)

اس پر محققین شعیب الارنووط اور بشار العواد لکھتے ہیں۔

بل: ضعيفٌ، ضعَّفه ابن أبي ذئب، ومالك بن أنس، ويحيى بن معين، وأبو حاتم وأبو زرعة الرازيان، والنسائي، والدارقطني، وما علمنا أحدًا ذكره في الثقات سوى ابن حبان، بل خبر ابن عدي أحاديثه، وقال "وفي عامة مايرويه إنكار ... وهو إلى الضعف أقرب

(تحرير تقريب التهذيب للحافظ أحمد بن علي بن حجر العسقلاني 2/110 رقم2764)

دوسری روایت میں شرحبیل بن سعد موجود ہے جس کے ضعف پر جمہور علما کی تصریحات اختصار کے ساتھ نقل کر دی گئی ہیں۔ اور پھر شرحبیل بن سعد اس روایت کو بعض اہل مدینہ سے نقل کر رہے ہیں، اس لیے اس مجہول بعض اہل مدینہ کی وجہ سے بھی یہ روایت ضعیف ہے۔

ابن جریر طبری نے واقدی کی سند سے ان پر حضرت عثمان غنی پر اعتراض کرنے والا لکھا ہے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر طعن کرنے کا الزام

حضرت جبلہ بن عمرو الساعدی پر ایک الزام یہ بھی ہے وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں طعن و تشنیع کیا کرتے تھے۔

پہلی سند: ابن جریر لکھتے ہیں:

قال محمد بن عمر: وحدَّثني محمد بن صالح عن عبيد الله بن رافع بن نقاخة، عن عثمان بن الشَّريد، قال: مرّ عثمان على جَبلة بن عمرو الساعديّ وهو بفناء داره،

ومعه جامعة، فقال: يانعثل (تاريخ الطبري 4/365)

"جب سیدنا عثمان پر اعتراضات ہوئے ان اعتراض کرنے والوں میں حضرت جبلہ بھی تھے۔"

جواب

ان دونوں حوالہ جات میں واقدی راوی متروک ہے۔ اس لیے مثالب صحابہ میں تو اس کی روایت کسی طور پر قابل قبول نہیں ہوتی۔ جیسے کہ علما نے وضاحت کر رکھی ہے۔ واقدی کے بارے میں صرف حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کے قول پیش خدمت ہیں۔

واقدی کے بارے میں ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کا مؤقف:

1- محمد بن عمر بن واقد الأسلمي الواقدي۔ متروك مع سعة علمه (ق)

(تقريب التهذيب رقم6175)

2- "ليس بمعتمد". "الهدي" (417)

3- "لا يحتج به". "الفتح" (73/4)

4- "لا يحتج به إذا انفرد فكيف إذا خالف؟!". "الفتح" (48/8).

5- "ضعيف". "المطالب" (61/2)،

6- ضعيف "النكت" (666/2)،

7- ضعيف و "الفتح" (166/5)،

8- ضعيف "التلخيص" (191/4).

9- "غير حجة". "التهذيب" (617/3).

10- "معروف بالضعف". "التلخيص" (278/3).

11-"حسبك به في الضعف". "المهرة"(134/6).

12-"ضعيف جدًا". "المطالب"(122/1).

13-"شديد الضعف إذا انفرد فكيف إذا خالف". "الفتح"(157/8).

14-"على طريقة أهل المدينة في الإنحراف على أهل العراق". "الهدي"(443)

15-"واه". "الدراية"(121/2)،

16-"واه". "الإصابة"(565/5).

17-"ليس بحجة وقد تعصب مغلطاي للواقدي فنقل كلام من قواه ووثقه، وسكت عن ذكر من وهاه واتهمه وهم أكثر عددًا وأشد إتقانًا وأقوى معرفة به من الأولين، و من جملة ما قواه به أن الشافعي روى عنه، وقد أسند البيهقي عن الشافعي: "أنه كذبه" ولا يقال فكيف روى عنه؟! لأنا نقول: رواية العدل ليست بمجردها توثيقًا، فقد روى أبو حنيفة عن جابر الجعفي، وثبت عنه أنه قال: ما رأيت أكذب منه "الفتح"(۱۱۳/۹)

18-"لو قبلنا قوله في المغازي مع ضعفه فلا يرد به الأحاديث الصحيحة والله الموفق". "التهذيب"(126/3).

19-"متروك". "الفتح"(139/8)،

20-"متروك". و"التلخيص"(339/1)،

21-"متروك". و"المهرة"(260/17)،

22-"متروك". و"التغليق"(286/2).

23-"متروك الحديث". "النكت"(722/2).

24-"من الكذابين". "اللسان"(707/5). ترجمة: ابن النديم.

25-"كذاب". "الإصابة"(266/2).

26-"ما كان يستحي من الكذب فسبحان من خذله حتى روى هذه الأشياء المتناقضة". "المهرة"(186/4).

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مختلف کتب میں تقریباً 26 مقامات پر اس کے متروک وضعیف ہونے کی تصریح ہے، اور ہمارے مہربان اس سے فضائل تو درکنار مثالب صحابہ پر استدلال کر رہے ہیں۔

مذکورہ روایت کے دوسرے راوی محمد بن صالح کا تعین اور توثیق بھی نہیں ہے۔

دوسری سند: ابن جریر طبری لکھتے ہیں۔

حدثني محمد، قال: حدَّثني أبو بكر بن إسماعيل عن أبيه، عن عامر بن سعد، قال: كان أوّل من اجترأ على عثمان بالمنطق السيِّئ جَبَلة بن عمرو الساعديّ، مرّ به عثمان وهو جالس في نديّ قومه، وفي يد جبلة بن عمرو جامعة، فلما مرَّ عثمان سلَّم، فردّ القوم!، فقال جبلة: لم تردون على رجل فعل كذا وكذا! قال: ثم أقبل على عثمان۔۔۔

(تاريخ الطبري 365/4)

"جب سیدنا عثمان پر اعتراضات ہوئے ان اعتراض کرنے والوں میں حضرت جبلہ بھی تھے۔"

تاریخ طبری کی دوسری سند میں بھی متعدد علتیں موجود ہیں۔

اول: واقدی متروک

دوم: ابوبکر بن اسماعیل کی توثیق ثابت نہیں۔

سوم: عامر بن سعد کا اس فتنہ کے وقت ہونا ثابت بھی نہیں۔

اس لیے ایسی روایات سے کسی لاعلم شخص کو تو گمراہ کیا جا سکتا ہے مگر علمی میدان میں اس کی حجت ہرگز نہیں۔

الزامی جواب

مخالفین کو صحابہ کرام پر طعن کرنے میں یہ نکتہ شاید ذہن سے خارج ہو جاتا ہے کہ جن صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر طعن و تشنیع اور انہیں شہید کرنے کا الزام تھا وہ تمام شخصیات حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ یا ان کے ساتھ جنگ جمل یا جنگ صفین میں شامل تھے۔

محدث ابن حبان لکھتے ہیں:

جبلة بن عَمرو الْأَنصَارِيّ أَخو أبي مَسعُود الْأَنْصَارِيّ كَانَ مَعَ علی بصفين۔

(الثقات 3/58 رقم 187)

یعنی جبلہ بن عمرو الانصاری جبلہ کے بھائی حضرت ابو مسعود الانصاری رضی اللہ عنہ اور یہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ساتھ جنگ صفین میں تھے۔

بالفرض بالفرض اگر ان صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پر یہ الزام درست مان لیا جائے تو پھر یہ الزام تو صحیح ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے والے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ساتھ تھے۔ اور اسی وجہ سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے قصاص کا مطالبہ کیا۔ پھر تو ان کا مطالبہ درست ثابت ہوتا ہے؟ اور جب ان بدری اور اولین صحابہ کرام پر یہ الزام بالفرض مان لیا جائے کہ انہوں نے خلیفہ سوم حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تو ایسے لوگوں کو خلیفہ چہارم حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اپنے لشکر میں ہی کیوں شامل فرمایا؟ یہ الزام تو پھر نعوذ باللہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی ذات گرامی پر آتا ہے۔ اس لیے ان الزامات کی کوئی حقیقت نہیں جیسا کہ ان مرویات کی استنادی حیثیت سے واضح ہوتا ہے۔

(4) عبداللہ بن بُدیل بن ورقاء خزاعی رضی اللہ عنہ یہ فتح مکہ سے پہلے اسلام لا چکے تھے۔

اعتراض

علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

روى البُخَارِيّ فِي "تاريخه" أَنه ممّن دخل على عُثْمَان، فطعن عُثْمَان فِي وَدَجه، وعلا التنوخي عثمان بالسيف. سير أعلام النبلاء 2/532

امام بخاری کے بقول یہ وہی ہیں جنہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا گلا کاٹا تھا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس کی سند نقل کرتے ہیں۔

حَدَّثَنَا محمد، قال: حدثنا محمد بن أبي بكر المقدمي، قال: حَدَّثَنَا حصين بن نمير، قال: حَدَّثَنَا جبير، قال: حدثني جهيم الفهري قال أَنَا شاهد الأمر كله قال عثمان ليقم أهل كل مصر كرهوا صاحبهم حتى أعزله عنهم وأستعمل الذي يحبون فقال أهل البصرة رضينا بعبد الله بن عامر فأقره وقال أهل الكوفة اعزل عنا سعيد بن العاص و استعمل أبا موسى ففعل وقال أهل الشام قد رضينا بمعاوية فأقره وقال أهل مصر اعزل عنا بن أبي سرح واستعمل علينا عَمرو بن العاص ففعل فدخل علينا (4) أبو عَمرو بن بديل الخزاعي والبجوي (5) أو التنوخي فطعنه أبو عَمرو في ودجه وعلاه الآخر بالسيف فقتلاه فأخذهم (6) معاوية فضرب أعناقهم. (التاريخ الأوسط 1/572 رقم 305)

یعنی امام بخاری کے بقول یہ وہی ہیں جنہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا گلا کاٹا تھا۔

جواب

علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے جس روایت کی طرف اشارہ کیا اس کو امام بخاری نے اپنی کتاب تاریخ الاوسط

میں کچھ اس سند سے نقل کیا ہے۔

مزید یہ کہ حصین بن نمیر کے شیوخ جبیر نہیں بلکہ صحیح یہ ہے کہ حصین بن عبدالرحمن ہے۔امام بخاری نے تاریخ الکبیر 3/10 رقم 37 پر حصین بن نمیر کے شیوخ میں حصین بن عبدالرحمن کو لکھا ہے، واضح ہوتا ہے کہ قلمی مخطوط میں ناسخ کی خطا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

حصين بن عبد الرحمن السلمي أبو الهذيل الكوفي ثقة تغير حفظه في الآخر

(تقريب التهذيب، رقم 1369)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے یہ واضح ہو گیا کہ آخر میں اس کا حافظہ متغیر ہو گیا تھا۔

اس مقام پر یہ بات ضروری ہے کہ اس کے حافظہ متغیر ہونے سے پہلے اور بعد کے راویوں کے بارے میں ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

متفق على الإحتجاج به إلا أنه تغير في آخر عمره، وأخرج له البخاري من حديث شعبة والثوري وزائدة وأبي عوانة وأبي بكر بن عياش وأبي كدينة وحصين بن نمير وهشيم وخالد الواسطي وسليمان بن كثير العبدي وأبي زيد عبثر بن القاسم وعبد العزيز العمي وعبد العزيز ابن مسلم ومحمد بن فضيل عنه.

فأما شعبة والثوري وزائدة وهشيم وخالد فسمعوا منه قبل تغيره، وأما حصين بن نمير فلم يخرج له البخاري من حديثه عنه سوى حديث واحد، وأما محمد بن فضيل ومن ذكر معه فأخرج من حديثهم ما توبعوا عليه". "الهدي" (398)

یعنی اس سے احتجاج کرنے پر اتفاق ہے مگر یہ کہ اس کا حافظہ آخری عمر میں خراب ہو گیا تھا، اس کی

حدیث امام بخاری نے شعبہ، ثوری، زائدہ، ابوعوانہ، ابوبکر بن عیاش اور ابن کدینہ، حصین بن نمر، ھشیم، خالد الواسطی، سلیمان بن کثیر، ابی زید عبثر بن القاسم، عبدالعزیز العمی اور عبدالعزیز بن مسلم اور محمد بن فضیل سے بیان کی۔

مگر شعبہ، ثوری، زائدہ، ھشیم، خالد نے اس سے حافظہ خراب ہونے سے پہلے سنا، اور حصین بن نمیر سے سوائے ایک حدیث کے علاوہ کوئی روایت اس کے واسطہ سے نہیں اور محمد بن فضیل اور اس کے ساتھ دیگر کے ساتھ حدیث کا اخراج کیا جس کی متابعت تھی۔

اس حوالہ سے معلوم ہوا کہ حصین بن عبدالرحمن سے روایت کرنے والا حصین بن نمیر قدیم السماع شاگرد نہیں بلکہ اس کے حافظہ خراب ہونے کے بعد کا راوی ہے اور صحیح بخاری میں جو حصین بن عبدالرحمن سے حصین بن نمیر سے روایت لی، اس کی متابعت موجود ہے۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ روایت حصین بن عبدالرحمن کے حافظہ خراب ہونے اور جھیم الفہری کے مجہول ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

الزامی جواب

مخالفین کو صحابہ کرام پر طعن کرنے میں یہ نکتہ شاید ذہن سے خارج ہو جاتا ہے کہ جن صحابہ کرام کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر طعن و تشنیع اور انہیں شہید کرنے کا الزام تھا وہ تمام شخصیات حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ساتھ یا ان کے ساتھ جنگ جمل یا جنگ صفین میں شامل تھے۔

محدث ابن حبان لکھتے ہیں:

عبد الله بن بديل بن ورقاء الخزاعي يروي عن جماعه من أصحاب رسول الله ﷺ قتل يوم صفين في أصحاب علي بن أبي طالب۔ الثقات - (ابن حبان 5/12 رقم 3590)

عبداللہ بن بدیل بن ورقاء..... حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ساتھ جنگ صفین میں تھے۔

بالفرض بالفرض اگر ان صحابہ کرام پر یہ الزام درست مان لیا جائے تو پھر یہ الزام تو صحیح ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے والے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ساتھ تھے۔ اور اسی وجہ سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے قصاص کا مطالبہ بھی کیا۔ پھر تو ان کا مطالبہ درست ثابت ہوتا ہے ؟ اور جب ان بدری اور اولین صحابہ کرام پر یہ الزام بالفرض مان لیا جائے کہ انہوں نے خلیفہ سوم حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تو ایسے لوگوں کو خلیفہ چہارم حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اپنے لشکر میں ہی کیوں شامل فرمایا؟ یہ الزام تو پھر نعوذ باللہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی ذات گرامی پر آتا ہے۔ اس لیے ان الزامات کی کوئی حقیقت نہیں جیسا کہ ان کی مرویات کی استنادی حیثیت سے واضح ہوتا ہے۔

(5) **محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہ:** یہ حجۃ الوداع کے سال میں پیدا ہوئے۔

اعتراض

علامہ ذہبی نقل کرتے ہیں۔

وَقَالَ الْوَاقِدِيُّ: حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْد، أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ أَبِي بَكْرٍ تَسَوَّرَ مِنْ دَارِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ عَلَى عُثْمَانَ، وَمَعَهُ كِنَانَةُ بْنُ بِشْرٍ، وَسُودَانُ، وَعَمْرُو بْنُ الْحَمِقِ، فَوَجَدُوهُ عِنْدَ نَائِلَةَ يَقْرَأُ فِي الْمُصْحَفِ، فَتَقَدَّمَهُمْ مُحَمَّدٌ، فَأَخَذَ بِلِحْيَتِهِ وَقَالَ: يَا نَعْثَلُ قَدْ أَخْزَاكَ اللهُ، فَقَالَ: لَسْتُ بِنَعْثَلٍ وَلَكِنَّنِي عَبْدُ اللهِ، وَأَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ،۔۔۔(تاریخ الإسلام 2/242، تاریخ طبری 4/393-494)

مفہوم: محمد بن ابی بکر نے نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کا محاصرہ کیا اور ان کی داڑھی کو پکڑ کر کہا: اے یہودی! خدا تمہیں ذلیل ورسوا کرے۔۔۔

جواب

محمد بن ابی بکر حجۃ الوداع کے سفر میں پیدا ہوئے، اس لیے ان کا صحابی ہونے پر علما مختلف فیہ نظریہ رکھتے ہیں۔

پیش کردہ اعتراض کی روایت کے راوی واقدی پر تو علما محققین متروک ہونے کے قائل ہیں، اور پھر یہ روایت مثالب صحابہ کے بارے میں ہے اس لیے واقدی کی روایت صحابہ کرام کے خلاف قابل قبول ہرگز نہیں ہوتی۔

اور اس کے دوسرے راوی عبدالرحمن بن عبدالعزیز کو حافظ ابن حجر عسقلانی ضعیف قرار دیتے ہیں۔ (فتح الباری 3/210) (هدي الساری 356)

محمد بن ابی بکر کی شہادت عثمان رضی اللہ عنہ سے برأت

قال أسد بن موسى: حدثنا محمد بن طلحة قال: ناكنانة مولى صفية بنت حيي، وكان شهد يوم الدار، أنه لم يند محمد بن أبي بكر، من دم عثمان بشيء. قال محمد بن طلحة: فقلت لكنانة: فلم قيل إنه قتله؟ قال: معاذ الله أن يكون قتله إنما دخل عليه فقال له عثمان: يا ابن أخي لست بصاحبي، وكلمه بكلام فخرج ولم يند 1 من دمه بشيء، فقلت لكنانة: فمن قتله؟ قال رجل من أهل مصر يقال له: جبلة بن الأيهم

(الاستیعاب لابن عبد البر 3/349 اسنادہ حسن)

مفہوم: کنانہ مولی صفیہ سے محمد بن طلحہ نے پوچھا؛ کیا محمد بن ابی بکر نے اپنے خون میں سے کچھ خون بہایا۔ یعنی عثمان کو، اور اس نے کہا: خدا نہ کرے وہ اس پر داخل ہوا، اور عثمان نے اس سے کہا: بھتیجے، تم میرے دوست نہیں ہو؟ اور محمد بن ابی بکر نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے باتیں کیں اور وہ باہر چلا گیا اور اُس کا کوئی خُون نہ بہایا۔

حضرت محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ پر الزام کے برعکس مورخ خلیفہ بن خیاط نے صحیح سند سے نقل کیا ہے۔

حدثنا المعتمر عن أبيه الحسن: أن ابن أبي بكر أخذ بلحيته فقال عثمان: لقد أخذت مني مأخذًا أو قعدت مني مقعدًا ما كان أبوك ليقعده، فخرج وتركه.

(تأريخ خليفة/174) (الطبري 4/383)

جب محمد بن ابی بکر نے داڑھی پکڑی تو عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: تم نے مجھ سے جگہ لی یا تم نے مجھ سے ایسی جگہ لی کہ تمہارے والد نہ بیٹھے ہوں گے، چنانچہ وہ باہر نکلے اور اسے چھوڑ دیا۔

حضرت عثمان کی شہادت میں کوئی مہاجرین اور انصار شامل نہ تھے

خلیفہ بن خیاط نے سند صحیح سے امام حسن بصری کا قول نقل کیا ہے۔

حدثنا عبد الأعلى بن هيثم قال، حدثني أبي قال: قلت للحسن: أكان فيمن قتل عثمان أحد من المهاجرين والأنصار؟ قال: لا كانوا أعلاجًا من أهل مصر (تأريخ خليفة/176)

مفہوم: امام حسن بصری سے پوچھا گیا کہ کیا حضرت عثمان کو قتل کرنے والے مہاجرین اور انصار میں سے تھا؟ امام حسن بصری نے کہا: نہیں۔۔۔

ان نکات سے واضح ہوا کہ شہادت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ میں کوئی صحابی مہاجرین اور انصار میں سے نہ تھا۔

الزامی جواب

مخالفین کو صحابہ کرام پر طعن کرنے میں یہ نکتہ شاید ذہن سے خارج ہو جاتا ہے کہ جن صحابہ کرام کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر طعن و تشنیع اور انہیں شہید کرنے کا الزام تھا وہ تمام شخصیات حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ساتھ یا ان کے ساتھ جنگ جمل یا جنگ صفین میں شامل تھے۔

حافظ ابن عبد البر اپنی کتاب الاستیعاب میں محمد بن ابی بکر الصدیق کے بارے میں لکھتے ہیں۔

يَوْمَ الْجَمَلِ، وَشَهِدَ مَعَهُ صِفِّينَ (الاستيعاب في معرفة الأصحاب 3/1366)

یعنی حضرت محمد بن ابی بکر جمل کے دن اور صفین میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ساتھ شریک تھے۔

بالفرض بالفرض اگر ان صحابہ کرام پر یہ الزام درست مان لیا جائے تو پھر یہ الزام تو صحیح ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے والے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ساتھ تھے۔ اور اسی وجہ سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے قصاص کا مطالبہ بھی کیا۔ پھر تو ان کا مطالبہ درست ثابت ہوتا ہے؟ اور جب ان بدری اور اولین صحابہ کرام پر یہ الزام بالفرض مان لیا جائے کہ انہوں نے خلیفہ سوم حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تو ایسے لوگوں کو خلیفہ چہارم حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اپنے لشکر میں ہی کیوں شامل فرمایا؟ یہ الزام تو پھر نعوذ باللہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی ذات گرامی پر آتا ہے۔ اس لیے ان الزامات کی کوئی حقیقت نہیں جیسا کہ ان کی مرویات کی استنادی حیثیت سے واضح ہوتا ہے۔

(6) **عمرو بن حمق** رضی اللہ عنہ: یہ بھی صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے جنہوں نے امام مزی کے بقول حجۃ الوداع کے موقع پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیعت کی تھی۔

اعتراض اول: فتنہ کے سردار

ابن سعد نقل کرتے ہیں۔

أخبرنا محمد بن عمر حدثني إبراهيم بن جعفر عن أم الربيع بنت عبد الرحمن بن محمد بن مسلمة، عن أبيها قال: وحدثني يحيى بن عبد العزيز عن جعفر بن محمود عن محمد بن مسلمة قال: وحدثني ابن جريج داود بن عبد الرحمن العطار، عن عمرو بن دينار عن جابر بن عبد الله، أن المصريين لما أقبلوا من مصر يريدون عثمان،

ونزلوا بذي خشب دعا عثمان محمد بن مسلمة فقال: اذهب إليهم فارددهم عني، وأعطهم الرضى، وأخبرهم أني فاعل بالأمور التي طلبوا، ونازع عن كذا من الأمور التي تكلموا فيها. فركب محمد بن مسلمة إليهم إلى ذي خشب. قال جابر: وأرسل معه عثمان خمسين راكباً من الأنصار أنا فيهم.

وكان رؤساؤهم أربعة: عبد الرحمن بن عديس البلوي، وسودان بن حمران المرادي، وابن البياع، وعمرو بن الحمق الخزاعي، لقد كان الاسم غلب حتى يقال: جيش عمرو بن الحمق.۔۔۔۔ (الطبقات 64/3)

مفہوم:۔۔۔اور ان کے سربراہ چار تھے، جن میں عبدالرحمن بن عدیس البلوی، سودان بن حمران المرادی، ابن البیاع اور عمرو بن الحمق الخزاعی۔۔۔

جواب

ابن سعد نے اس روایت کو تین طرق سے نقل کیا ہے مگر ان تمام طرق کے شروعات محمد بن عمر الواقدی ہے۔ جس کے متروک اور ضعیف ہونے میں کسی طرح کا شک وشبہ نہیں۔ اور اگر تاریخی حیثیت کو تسلیم کریں تو کسی صحابہ پر طعن وتشنیع اور مثالب کے باب میں بھی واقدی کی روایت ہرگز حجت نہیں۔ اس لیے ایسی مردود مرویات سے لوگوں کو بے وقوف نہ بنایا جائے۔

☆☆☆.....**جاری ہے**.....☆☆☆